لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

اداریہ

ظہور عین و نصرت دم بدم ہے

یہ سال مباہلہ کا سال ہے اور جیسا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے غیر معمولی کامیابیوں اور جماعت کے معاند مولویوں کے لئے ناکامیوں کا سال ہے۔ جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر ہونے والی عالمی بیعت میں صرف ایک سال کے عرصہ میں دنیا بھر سے تیس (۳۰) لاکھ افراد کی جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت اس امر کا ایک روشن ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کی پشت پناہ اور معین ومددگار ہے اور آسمان سے توحید خالق کی ہوائیں ہر طرف چل پڑی ہیں۔ جماعت کی ان ترقیات کو دیکھ کر حسد سے دشمن کی پشت خم ہے اور وہ حسب سابق جھوٹ اور افتراء کے اوچھے اور ناکارہ ہتھیاروں سے کام لیتے ہوئے ضلالت و گمراہی کے پھیلانے پر مستعد ہے۔ چنانچہ گیمبیا (مغربی افریقہ) میں ایک حکومتی ٹولے نے جو شرارت کی اور جو مکروہ منصوبہ بنایا اس کی کسی قدر تفصیلات حضور ایدہ اللہ نے اپنے گزشتہ دو خطبات جمعہ میں بیان فرمائی ہیں۔ اسی دوران وہاں کے ملاں نے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے کی جرأت بھی کرلی۔ اور پھر دعاؤں کے تیر نشانے پر جا بیٹھے اور ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی خدا کے فرشتوں نے دشمن کے منصوبوں اور سازشوں کے تار و پود بکھیر ڈالے اور ذلت و نامرادی ان کا مقدر بن کر

ished by the **AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM,** INC., at the local address
31 Sycamore St, P. O. Box 226, Chauncey, OH
45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID
AT CHAUNCEY, OHIO. 45719**. Postmaster:
Send address changes to:
**AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCCEY, OH 45719-0226**

القرآن الحکیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۞ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۞

اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو اور نہ (کسی قوم کی) عورتیں دوسری (قوم کی) عورتوں کو حقیر سمجھ کر اُن سے ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے کہ وہ (دوسری قوم یا حالات والی) عورتیں اُن سے بہتر ہوں اور نہ تم ایک دوسرے پر طعن کیا کرو اور نہ ایک دُوسرے کو بُرے ناموں سے یاد کیا کرو، کیونکہ ایمان کے بعد اطاعت سے نکل جانا ایک بہت ہی بُرے نام کا مستحق بنا دیتا ہے (یعنی فاسق کا) اور جو بھی توبہ نہ کرے، وہ ظالم ہوگا۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں اور تجسّس سے کام نہ لیا کرو۔ اور تم میں سے بعض، بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا (اگر تمھاری طرف یہ بات منسوب کی جائے تو) تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا (اور) بہت خبر رکھنے والا ہے۔

ظاہر ہوئی۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی۔ مباہلہ کا یہ ایک ایسا عظیم الشان نشان ہے جس کے خدا کے فضل سے بہت دور رس اثرات و نتائج ظاہر ہونگے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے احباب کو ان نشانات کے ظہور پر سجدہ تشکر کے ساتھ جشن مناتے ہوئے شاہراہ غلبہ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانے کی تاکید فرمائی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سب خصوصیت سے دعاؤں کی طرف توجہ دیں اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے اس سے مزید فضل اور نصرت کے طالب ہوں۔ ان نشانات سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے ایمانوں کو صیقل کریں اور خدا سے وہ نور طلب کریں جو نہ صرف ہمارے وجود کو روشن کر دے بلکہ ہمارا ماحول بھی اس سے جگمگا اٹھے۔

اللّٰھم مزّقھم کُل مُمَزق وَ سحّقھم تسحِیقاً

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حسد اور بغض و کینہ اور قطع تعلق

— عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ ؛ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْقَالَ الْعُشْبَ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد و ابن ماجہ ابواب الزھد باب الحسد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے۔

— عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَاتَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَقَاطَعُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا، وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

(بخاری کتاب الادب باب ما ینھی عن التحاسد و مسلم)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بے رخی اور بے تعلق اختیار نہ کرو، باہمی تعلقات نہ توڑو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے۔

— عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فیمن یھجر اخاہ المسلم و بخاری کتاب الاستیذان باب السلام للمعرفۃ و غیر المعرفۃ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس وجہ سے اس سے ملنا جلنا چھوڑ دے اور جب ایکدوسرے سے سامنا ہو تو ایک اِدھر منہ موڑ لے اور دوسرا اُدھر اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

فہرست مضامین

حضرت اقدس کی پہلی تقریر بر جلسہ سالانہ

۲۵ دسمبر ۱۸۹۷ء تقویٰ کے متعلق نصیحت

اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔[1] (س ۱۴)

[1] النحل ، ۱۲۹

جماعت احمدیہ کو خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلّق رکھتے ہیں اور اُس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعوےٰ ماموریّت کا ہے تا وُہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دُنیا تھے۔ اُن تمام آفات سے نجات پاویں۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اُس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دُکھ نہ اُٹھایا جاوے۔ بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ مُنہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پَیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل مُنہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر

صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں

ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل مُنہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ رحیم و کریم ہے ویسا ہی قہّار اور مُنتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ اُن کا دعویٰ اور لاف و گزاف تو بہت کچھ ہے اور اُن کی عملی حالت ایسی نہیں۔ تو

اُس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وُہ کُفّار کو ہی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں۔ وُہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مُسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مُسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے مُسلمانوں سے حمایت اور نُصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مُسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اَوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو پُکارتی ہے لیکن اس کا دِل اَور طرف ہے۔ اور اپنے افعال سے وُہ بالکل رُو بدُنیا ہے تو پھر اُس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔

اللہ کا خوف کِس میں ہے؟

اللہ کا خوف اِسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اُس کا قَول و فِعل کہانتک ایکدوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے۔ کہ وُہ موردِ غضبِ الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دِل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں۔ اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے۔ جس سے وُہ پھلدار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرُونہ کیسا ہے۔ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خُدانخواستہ ایسی ہے کہ اُس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے۔ اور زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ ہر طرح فتح کی اُمید تھی لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم رو رو کر دُعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورتِ الحاح کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ وہ ذات غنی ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ وعدۂ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

مُتقی کے علامات

پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقویٰ وطہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مُتقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مُتقی کو مکروہاتِ دُنیا سے آزاد کر کے اُس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔جیسے کہ فرمایا وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (س ۲۸) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم وگمان میں نہ ہوں۔یعنی یہ بھی ایک علامت مُتقی کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا۔ اس لئے وُہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا۔اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اُسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے۔جو خلافِ حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا۔ تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔وہ بڑی طاقت والا ہے۔جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (س ۲۸) لیکن جو لوگ اِن آیات کے پہلے مخاطب تھے۔ وُہ اہلِ دین تھے۔اُن کی ساری فکریں محض دینی امُور کے لئے تھیں اور دُنیوی امور حوالہ بخدا تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکاتِ تقوےٰ میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ متقی کو اِن مصائب سے مخلصی بخشتا ہے۔جو دینی امُور کے حارج ہوں ؛

اللہ تعالےٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے

ایسا ہی اللہ تعالےٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے۔یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کروں گا۔

آنحضرتؐ کو روحانی رزق (معارف) اس قدر ملا کہ آپ سب پر غالب آئے

آنحضرت صلعم کو باوجود اُمّی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جس میں اہلِ کتاب۔ فلاسفر۔اعلےٰ درجہ کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے۔لیکن آپؐ کو رُوحانی رزق اس قدر ملا کہ آپ سب پر غالب آئے۔اور اُن سب کی غلطیاں نکالیں۔

یہ رُوحانی رزق تھا کہ جس کی نظیر نہیں۔متقی کی شان میں دوسری جگہ یہ بھی آیا ہے۔اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (س ۹) اللہ تعالیٰ کے ولی وُہ ہیں جو متقی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست۔پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خُدا کا مقرّب کہلائے۔آج کل زمانہ کسقدر پست ہمّت ہے۔اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہدے کہ تُو میرا دوست ہے۔یا اُس کو کُرسی دے اور اُس کی عزّت کرے۔تو وہ شیخی کرتا ہے۔ فخر کرتا پھرتا ہے۔لیکن اُس انسان کا کس قدر افضل رُتبہ ہوگا۔جس کو اللہ تعالےٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پُکارے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرمؐ کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث بخاری میں وارد ہے۔ لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ عَبْدِيْ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ ۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ولی ایسا قرب میرے ساتھ بذریعہ نوافل پیدا کر لیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مُتقی کے پاس جو آجاتا ہے وُہ بھی بچایا جاتا ہے

لوگ بہت سی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں۔ بلکہ

اُن کے پاس جو آجاتا ہے وُہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ اُن سے محفوظ ہے۔ اور جو اس سے باہر ہے وُہ ایک جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔

مُتّقیوں کو اسی دُنیا میں بشارتیں سچّے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں

مُتّقی کے لئے ایک اَور بھی وعدہ ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ [۱] (الآیہ س ۱۱) یعنی جو متقی ہوتے ہیں۔ اُن کو اسی دُنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ صاحبِ مکاشفات ہو جاتے ہیں۔ مکالمۂ اللہ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ وہ بشریّت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ [۲] ... الخ (س ۲۴) یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ربّ اللہ ہے اور استقامت دکھلاتے ہیں۔ ... الخ یعنی ابتلا کے وقت ایسا شخص دکھلا دیتا ہے کہ جو مَیں نے مُنہ سے وعدہ کیا تھا۔ وہ عملی طور سے پُورا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلعم کے اخلاق

ہمارے ہادیٔ کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں۔ ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے۔ ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی۔ لیکن آنحضرتؐ کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ جب قوم نے دیکھا کہ مصائب و شدائد سے ان پر کوئی اثر نہ پڑا۔ تو انہوں نے جمع ہو کر بادشاہت کا وعدہ دیا۔ اپنا امیر بنانا چاہا۔ ہر ایک قسم کے سامانِ آسائش مہیّا کر دینے کا وعدہ کیا۔ حتّٰی کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی۔ بدیں شرط کہ حضرتؐ بتّوں کی مذمّت چھوڑ دیں۔ لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسی ہی اِس وعدہ بادشاہت کے وقت حضرتؐ نے کچھ پَروا نہ کی اور پتھر کھانے کو ترجیح دی۔ سو جبتک خاص لذّت نہ ہو تو کیا ضرورت تھی کہ آرام چھوڑ کر دُکھوں میں پڑتے۔

[۱] یونس : ۶۵ [۲] حٰمٓ السجدۃ : ۳۱

یہ موقع سوا ہمارے رسول علیہ الصّلوٰۃ والتّحیات کے کسی اور نبی کو نہ ملا۔ کہ اُن کو نبوّت کا کام چھوڑنے کے لئے کوئی وعدہ دیا گیا ہو۔ مسیحؑ کو بھی یہ امر نصیب نہ ہوا۔ دُنیا کی تاریخ میں صرف آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہی یہ معاملہ ہوا۔ کہ آپ کو سلطنت کا وعدہ دیا گیا۔ اگر آپ اپنا کام چھوڑ دیں۔ سو یہ عزّت ہمارے رسول (صلے اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اسی طرح ہمارے ہادیٔ کامل کو دونو زمانے تکلیف اور فتحمندی کے نصیب ہوئے۔ تاکہ وہ دونو اوقات میں کامل نمونہ اخلاق کا دکھا سکیں۔ ....

اعمال میں اخفاء اچھّا ہے

اسی طرح یہ دُنیا کیا ہے۔ ایک قسم کی دارا لابتلاء ہے۔ وہی اچھا ہے۔ جو ہر ایک امر خفیہ رکھے اور ریاء سے بچے۔ وہ لوگ جن کے اعمال لِلّٰہی ہوتے ہیں وہ کسی پر اپنے اعمال ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ یہی لوگ متقی ہیں +

میں نے تذکرۃ الاولیاء میں دیکھا ہے کہ ایک مجمع میں ایک بزرگ نے سوال کیا۔ کہ اس کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ کوئی اس کی مدد کرے ایک نے صالح سمجھ کر اُس کو ایک ہزار روپیہ دیا۔ اُنہوں نے روپیہ لے کر اس کی سخاوت اور فیّاضی کی تعریف کی۔ اس بات پر وُہ رنجیدہ ہُوا کہ جب یہاں ہی تعریف ہوگئی تو شاید ثواب آخرت سے محرومیّت ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد وُہ آیا اور کہا کہ وُہ روپیہ اس کی والدہ کا تھا۔ جو دینا نہیں چاہتی۔ چنانچہ وہ روپیہ واپس دیا گیا۔ جس پر ہر ایک نے لعنت کی اور کہا۔ کہ جھُوٹا ہے۔ اصل میں روپیہ دینا نہیں چاہتا۔ جب شام کے وقت وُہ بزرگ گھر گیا۔ تو وُہ شخص ہزار روپیہ اس کے پاس لایا اور کہا کہ آپ نے برسرِ عام میری تعریف کر کے مجھے محرومِ ثوابِ آخرت کیا۔ اس لئے میں نے یہ بہانہ کیا۔ اب یہ روپیہ آپ کا ہے۔ لیکن آپ کسی کے آگے نام نہ لیں۔ بزرگ رو پڑا اور کہا کہ اب تُو قیامت تک موردِ لعن طعن ہُوا کیونکہ کل کا واقعہ سب کو معلوم ہے اور یہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ تُو نے مجھے روپیہ واپس دے دیا ہے +

سچا متقی ایک قسم کا ستر چاہتا ہے

ایک متقی تو اپنے نفس امارہ کے برخلاف جنگ کرکے اپنے خیال کو چھپاتا ہے۔ اور خفیہ رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس خفیہ خیال کو ہمیشہ ظاہر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک بدمعاش کسی بدچلنی کا مرتکب ہو کر خفیہ رہنا چاہتا ہے۔ اسی طرح ایک متقی چھپ کر نماز پڑھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کوئی اُس کو دیکھ لے۔ سچا متقی ایک قسم کا ستر چاہتا ہے۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ لیکن بہرحال تقویٰ کے لئے تکلف ہے اور متقی حالتِ جنگ میں ہے اور صالح اس جنگ سے باہر ہے۔ جیسے کہ میں نے مثال کے طور پر اُوپر ریاء کا ذکر کیا ہے۔ جس سے متقی کو آٹھوں پہر جنگ ہے۔

ریاء اور حلم کا جنگ

بسا اوقات ریاء اور حلم کا جنگ ہو جاتا ہے۔ کبھی انسان کا غصّہ کتاب اللہ کے برخلاف ہوتا ہے۔ گالی سُن کر اُس کا نفس جوش مارتا ہے۔ تقویٰ تو اُس کو سِکھلاتا ہے کہ وُہ غصّہ کرنے سے باز رہے۔ جیسے قُرآن کہتا ہے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا[1] (پارہ ۱۹)۔ ایسا ہی بے صبری کے ساتھ اُسے اکثر جنگ کرنا پڑتا ہے۔ بے صبری سے مُراد یہ ہے کہ اس کو راہِ تقویٰ میں اس قدر دقتوں کا مقابلہ ہے کہ مشکل سے وُہ منزلِ مقصُود پر پہنچتا ہے۔ اس لئے بے صبر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک کنوئاں پچاس ہاتھ تک کھودنا ہے۔ اگر دُو چار ہاتھ کے بعد کھودنا چھوڑ دیا جاوے تو محض یہ ایک بدظنّی ہے۔ اب تقویٰ کی شرط یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے احکام دِیئے، اُن کو اخیر تک پہنچائے اور بے صبر نہ ہو جاوے۔ ....

اِیمان بالغیب

تقویٰ جیسا کہ مَیں بیان کر آیا ہوں۔ کسی قدر تکلّف کو چاہتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ[2] (پ۱) اس میں ایک تکلّف ہے۔ مشاہدہ کے مقابل ایمان بالغیب لانا ایک قسم کے تکلّف کو چاہتا ہے۔ سو متقی کے لئے

---

[1] الفرقان: ۷۳ [2] البقرہ ۳-۴

ایک حد تک تکلّف ہے۔ کیونکہ جب وُہ صَالح کا درجہ حاصل کرتا ہے تو پھر غیب اُس کے لئے غیب نہیں رہتا۔ کیونکہ صَالح کے اندر سے ایک نہر کھُلتی ہے جو اس میں سے نکل کر خُدا تک پہنچتی ہے۔ وُہ خدا اور اُس کی محبّت کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کہ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى[1]۔ اسی سے ظاہر ہے کہ جب تک انسان پوری روشنی اسی جہان میں نہ حاصل کرلے۔ وہ کبھی خُدا کا مُنہ نہ دیکھے گا۔ سو متقی کا کام یہی ہے کہ وُہ ہمیشہ ایسے سُرمے تیار کرتا رہے۔ جس سے اس کا رُوحانی نزولُ الماء دُور ہوجاوے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ متقی شروع میں اندھا ہوتا ہے۔ مختلف کوششوں اور تزکیوں سے وُہ نُور حاصل کرتا ہے۔ پس جب سوجاکھا ہوگیا اور صَالح بن گیا۔ پھر ایمان بِالغَیب نہ رہا اور تکلّف بھی ختم ہوگیا۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو برأی العین اسی عالَم میں بہشت و دوزخ وغیرہ سب کچھ مشاہدہ کرایا گیا۔ جو متقی کو ایک ایمان بالغیب کے رنگ میں ماننا پڑتا ہے وہ تمام آپؐ کے مشاہدہ میں آگیا۔ اِس آیت میں اشارہ ہے کہ متقی اگرچہ اندھا ہے اور تکلّف کی تکلیف میں ہے۔ لیکن صَالح ایک دارُالاَمان میں آگیا ہے۔ اور اُس کا نفس نفسِ مطمئنّہ ہوگیا ہے۔ متّقی اپنے اندر ایمان بالغیب کی کیفیت رکھتا ہے۔ وُہ اندھا دُھند طریق سے چلتا ہے۔ اُس کو کچھ خبر نہیں۔ ہر ایک بات پر اُس کا ایمان بالغیب ہے۔ یہی اُس کا صدق ہے۔ اور اس صدق کے مقابل خُدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وُہ فلاح پائے گا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[2]+

اقامتِ صلوٰۃ

اس کے بعد متقی کی شان میں آیا ہے۔ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ[3]۔ یعنی وُہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ بھی اس تکلّف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو متقی کا خاصہ ہے۔ یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اُسے مقابلہ ہوتا ہے۔ جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گری پڑتی ہے۔ جس کو اُس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اس نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا۔ تو ایک ہجوم وساوس ہے۔ جو اُس کے

[1] بنی اسرائیل : ۷۳ [2] البقرۃ : ۶ [3] البقرۃ : ۴

حضورِ قلب میں تفرّق ڈال رہا ہے۔ وُہ اُن سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے لئے لڑتا مرتا ہے۔ لیکن نماز جوگری پڑتی ہے۔ بڑی جان کنی سے اُسے کھڑا کرنے کی فکر میں ہے۔ بار بار اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر نماز کے قائم کرنے کے لئے دُعا مانگتا ہے۔ اور ایسے اَلصِّرَاطُ الۡمُسۡتَقِیۡم کی ھدایت چاہتا ہے جس سے اُس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان وساوس کے مقابل میں مُتّقی ایک بچّہ کی طرح ہے۔ جو خُدا کے آگے گڑگڑاتا ہے۔ روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ[۱] ہو رہا ہوں۔ سو یہی وُہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنی ہوتی ہے۔ اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا +

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دُور کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کی منشاء کچھ اَور ہے۔ کیا خُدا نہیں جانتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ ثواب اس وقت تک ہے جبتک مجاہدات ہیں۔ اور جب مجاہدات ختم ہوئے۔ تو ثواب ساقط ہو جاتا ہے۔ گویا صوم وصلوٰۃ اُس وقت تک اعمال ہیں۔ جبتک ایک جدوجہد سے وساوس کا مقابلہ ہے۔ لیکن جب اُن میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہو گیا۔ اور صاحبِ صوم وصلوٰۃ تقویٰ کے تکلّف سے بچکر صلاحیت سے رنگین ہو گیا۔ تو اب صوم و صلوٰۃ اعمال نہیں رہے۔ اس موقعہ پر اُنہوں نے سوال کیا ہے۔ کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے ؟ کیونکہ ثواب تو اس وقت تھا۔ جس وقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز اب عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اس کی ایک غذا ہے جو اس کے لئے قُرَّۃُ الۡعَیۡن ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے +

مقابل میں وُہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں۔ وہ کشتی کر رہے ہیں۔ اور یہ نجات پا چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا تو اُس کے مصائب بھی ختم ہو گئے۔ مثلاً ایک مخنّث اگر یہ کہے کہ وُہ کبھی کسی عورت کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ تو وُہ کونسی نعمت یا ثواب کا مستحق ہے۔ اُس میں تو صفتِ بدنظری ہے ہی نہیں۔ لیکن اگر

[۱] الاعراف : ۱۷۷

ایک مردِ صاحب رجولیّت اگر ایسا کرے تو ثواب پائے گا۔اسی طرح انسان کو ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں بعض بعض امُور میں اُس کی مشاقی اُس کو قادر کر دیتی ہے نفس کے ساتھ اس کی مصالحت ہو گئی۔اب وُہ ایک بہشت میں ہے۔لیکن وہ پہلا سا ثواب نہیں رہے گا۔ وُہ ایک تجارت کر چکا ہے۔جس کا وُہ نفع اُٹھا رہا ہے۔لیکن پہلا رنگ نہ رہے گا۔ انسان میں ایک فعل تکلّف سے کرتے کرتے طبیعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو طبعی طور سے لذّت پاتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اُس کام سے ہٹایا جاوے۔ وُہ طبعًا یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔سو اتّقا اور تقوٰی کی حد تک پُورا انکشاف نہیں ہوتا۔بلکہ وُہ ایک قسم کا دعوٰی ہے ؎

اِنْفَاقْ مِنْ رِّزْقِ اللّٰہِ

اِس کے بعد متقی کی شان میں وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ آیا ہے۔یہاں متقی کے لئے مِمَّا کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اُسوقت وہ ایک اعمٰی کی حالت میں ہے۔اس لئے جو کچھ خُدا نے اُس کو دیا۔اُس میں سے کچھ خُدا کے نام کا دیا۔حق یہ ہے۔کہ اگر وُہ آنکھ رکھتا تو دیکھ لیتا کہ اس کا کچھ بھی نہیں۔سب کچھ خُدا تعالٰی کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب تھا۔ جو اتّقا میں لازمی ہے۔اس حالت اتقا کے تقاضے نے متقی سے خدا کے دیئے میں سے کچھ دِلوایا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایّامِ وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے۔معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اتقا کے درجہ سے گزر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے۔اس لئے مِمَّا ان کی شان میں نہ آیا۔ کیونکہ وہ شخص اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا۔لیکن یہ لازمۂ متقی تھا۔کیونکہ خدا کی راہ میں دینے سے بھی اُسے نفس کے ساتھ جنگ تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا۔ ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا۔اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ ....

اسلامی پردہ سے مراد

آج کل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اِسلامی پَردَہ سے مراد زِندان نہیں۔ بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مَرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا۔ ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک مُنصف مزاج کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مَرد و عورت اکٹھے بلا تامّل اور بے محابا مل سکیں۔ سیر یں کریں۔ کیونکر جذباتِ نفس سے اِضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سُننے اور دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ایسی قومیں غیر مَرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو۔ کوئی عَیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ اِنہی بدنتائج کو روکنے کے لئے شارع اسلام نے وُہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جوکسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقعہ پر یہ کہدیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مَرد و عورت ہر دو جمع ہوں۔ تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔ اُن ناپاک نتائج پر غور کرو۔ جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بُھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابلِ شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جارہی ہے۔ یہ انہیں تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو۔ اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں۔ تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہوگی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مَرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا۔ اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکُشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کرو

اہلِ تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے۔ جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔ عجب و پندار غضب سے

پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب اِنسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں۔ یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے۔ یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے۔ جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وُہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سُنے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چِڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دُکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[۱]۔ تم ایک دوسرے کا چِڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فُسّاق و فجّار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چِڑاتا ہے۔ وُہ نہ مَرے گا جبتک وُہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو۔ تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دُنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وُہ ہے۔ جو متقی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ[۲]۔ (ص ۲۶)

ذاتوں کا امتیاز

یہ جو مختلف ذاتیں ہیں۔ یہ کوئی وجہ شرافت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے محض عرف کیلئے یہ ذاتیں بنائیں۔ اور آجکل تو صرف بعد چار پُشتوں کے حقیقی پتہ لگنا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔ ......…

قرآن مجید کامل ہدایت ہے

اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم ہر ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے۔ ہر ایک غلط عقیدہ یا بُری تعلیم جو دُنیا میں ممکن ہے۔ اس کے استیصال کے لئے کافی تعلیم اس

[۱] الحجرات : ۱۲ [۲] الحجرات : ۱۴

ہیں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت و تصرف ہے +

چونکہ کامل کتاب نے آکر کامل اصلاح کرنی تھی ۔ضرور تھا۔ کہ اُس کے نزول کے وقت اُس کے جائے نزول میں بیماری بھی کامل طور پر ہو۔ تاکہ ہر ایک بیماری کا کامل علاج مہیّا کیا جاوے۔ سو اس جزیرہ میں کامل طور سے بیمار (لوگ موجود) تھے۔ اور جن میں وہ تمام رُوحانی بیماریاں موجُود تھیں۔ جو اُس وقت یا اُس کے بعد آیندہ نسلوں کو لاحق ہونیوالی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن شریف نے کل شریعت کی تکمیل کی۔ دُوسری کتابوں کے نزول کے وقت نہ یہ ضرورت تھی۔ نہ اُن میں ایسی کامل تعلیم ہے +

نبی کریم ؐ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے

ہمارے نبی اکمل ؐ کی برکات جس قدر ظہور میں آئیں۔ اگر تمام خوارق کو الگ کردیا جائے تو صرف آپ ؐ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگر کوئی اُس حالت پر غور کرے جب آپ ؐ آئے۔ پھر اُس حالت کو دیکھے۔ جو آپ چھوڑ گئے۔ تو اس کو ماننا پڑے گا۔ کہ یہ اثر بذاتِ خود ایک اعجاز تھا۔ اگرچہ کُل انبیاء عزت کے قابل ہیں لیکن ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف نہ لاتے۔ تو نبوّت تو درکنار، خُدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا۔ آپ ہی کی تعلیم سے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ + اَللّٰهُ الصَّمَدُ + لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ + کا پتہ لگا۔ اگر توریت میں کوئی ایسی تعلیم ہوتی اور قرآن شریف اس کی تصریح ہی کرتا۔ تو نصاریٰ کا وجود ہی کیوں ہوتا۔ غرض قرآن شریف نے جس قدر تقویٰ کی راہیں بتلائیں۔ اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف عقل والوں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے۔ ایک جاہل، عالِم اور فلسفی کی پرورش کے راستے ہر طبقہ کے سوالات کے جواب۔ غرضیکہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا جس کی اِصلاح کے طریق نہ بتائے۔ ....

جسقدر کوئی قُرب حاصل کرتا ہے اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قُربِ حاصل کرتا ہے۔ اسی قدر مؤاخذہ

کے قابل ہے۔ البتہ زیادہ مؤاخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دُور ہیں۔ وہ قابل مؤاخذہ نہیں لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں اُن پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں۔ تو تم میں اور اُن میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیرِ نظر ہو۔ وہ لوگ گورنمنٹ کے جاسُوسوں کی طرح تمہاری حرکات کو سکنات کو دیکھ رہے ہیں۔ وُہ سچے ہیں جب مسیحؑ کے ساتھی صحابہؓ کے ہمدوش ہونے لگے ہیں۔ تو کیا آپ ویسے ہیں۔ جب آپ لوگ ویسے نہیں۔ تو قابل گرفت ہیں۔ گو یہ ابتدائی حالت ہے لیکن موت کا کیا اعتبار ہے۔ مُوت ایک ایسا ناگزیر امر ہے جو ہر ایک شخص کو پیش آتا ہے۔ جب یہ حالت ہے۔ تو پھر آپ کیوں غافل ہیں۔ جب کوئی شخص مُجھ سے تعلق نہیں رکھتا۔ تو یہ امر دُوسرا ہے۔ لیکن جب آپ میرے پاس آئے۔ میرا دعویٰ قبول کیا اور مجھے مسیح مانا۔ تو گویا من وجہہ آپ نے صحابہ کرامؓ کے ہمدوش ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تو کیا صحابہؓ نے کبھی صدق و وفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا۔ اُن میں کوئی کسل تھا۔ کیا وہ دل آزار تھے۔ کیا اُن کو اپنے جذبات پر قابُو نہ تھا؟ کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے۔ بلکہ ان میں پرلے درجہ کا انکسار تھا۔ سو دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے۔ کیونکہ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا۔ جبتک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچّہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ۔ تو گھبراؤ نہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ[1] کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو:۔

راتوں کو اُٹھو اور دُعا کرو

راتوں کو اُٹھو اور دُعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آبپاشی کی۔ آپ نے اُن کے لئے دُعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا۔ اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا۔ جس طرح حضور علیہ السلام چلتے۔ اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچّے دل سے توبہ کرو۔ تہجد میں اُٹھو، دُعا کرو، دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو۔ اور

[1] الفاتحہ : ۶

خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو وِرد بنائے گا اور عملی طور سے دُعا کرے گا۔ اور عملی طور پر التجاء خدا کے سامنے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔ اور اس کے دل میں تبدیلی ہو گی۔ خدا تعالیٰ سے نا امّید مت ہو۔ ع بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

اِنسان نے وَلی بننا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو کیا کوئی ولی بننا ہے؟ افسوس انہوں نے کچھ قدر نہ کی بیشک اِنسان نے (خدا کا) ولی بننا ہے۔ اگر وہ صراط مستقیم پر چلے گا۔ تو خُدا بھی اس کی طرف چلے گا۔ اور پھر ایک جگہ پر اس کی ملاقات ہو گی۔ اُس کی اُس طرف حرکت خواہ آہستہ ہو گی۔ لیکن اُس کے مقابل خدا تعالیٰ کی حرکت بہت جلد ہو گی چنانچہ یہ آیت اِسی طرف اشارہ کرتی ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ[1] الخ (پ۲۱)۔ سو جو جو باتیں مَیں نے آج وصیت کی ہیں۔ اِن کو یاد رکھو کہ ان ہی پر مَدارِ نجات ہے۔ تمہارے معاملات خدا اور خلق کے ساتھ ایسے ہونے چاہئیں۔ جن میں رضا الٰہی مطلق ہی ہو۔ پس اس سے تم نے وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ[2] الخ کے مصداق بننا ہے۔.........

مسیح کو اس زمانہ سے کیا خصوصیت ہے؟

ہاں بعض کا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں کہ مسیح کو اس زمانہ سے کیا خصوصیّت ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن شریف نے اسرائیلی اور اسماعیلی دو سلسلوں میں خلافت کی مماثلت کا کھلا کھلا اشارہ کیا ہے۔ جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[3]۔ الآیہ (پ۱۸) اسرائیلی سِلسلہ کا آخری خلیفہ جو چودھویں صدی پر بعد حضرت موسیٰؑ آیا۔ وُہ مسیح ناصریؑ تھا۔ مقابل میں ضرور تھا۔ کہ اس امّت کا مسیح بھی چودھویں صدی کے سر پر آوے۔ علاوہ ازیں اہل کشف نے اسی صدی کو بعثت مسیح کا زمانہ قرار دیا۔ جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ اہلحدیث کا اتفاق ہو چکا ہے۔

[1] العنکبوت: ۷۰ [2] الجمعۃ: ۴ [3] النور: ۵۶

کہ علاماتِ صغریٰ کُل اور علامات کبریٰ ایک حد تک پوری ہو چکی ہیں۔ لیکن اس میں کسی قدر ان کی غلطی ہے۔ . . . . . . علامات کُل پوری ہو چکی ہیں۔ بڑی علامت یا نشان جو آنے والے کا ہے وہ بخاری شریف میں یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر الخ لکھا ہے۔ یعنی نزول مسیح کا وقت غلبۂ نصاریٰ اور صلیبی پرستش کا زور ہے۔ سو کیا یہ وُہ وقت نہیں۔ کیا جو کچھ پادریوں سے نقصان اسلام کو پہنچ چکا ہے۔ اس کی نظیر آدمؑ سے لے کر آجتک کہیں ہے۔ ہر ملک میں تفرقہ پڑ گیا۔ کوئی ایسا خاندان اسلامی نہیں۔ کہ جس میں سے ایک آدھ آدمی اُن کے ہاتھ میں نہ چلا گیا ہو۔ سو آنے والے کا وقت صلیب پرستی کا غلبہ ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا غلبہ ہوگا۔ کہ کس طرح درندوں کی طرح اسلام پر کینہ وری سے حملے کئے گئے۔ کیا کوئی گروہ مخالفین کا ہے۔ کہ جس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو نہایت وحشیانہ الفاظ اور گالیوں سے یاد نہیں کیا؟ اب اگر آنے والا کا یہ وقت نہیں تو بہت جلدی وہ آیا بھی تو سَو سال تک آئیگا۔ کیونکہ وہ وقت کا مجدّد ہے۔ جس کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہوتا ہے۔ تو کیا اسلام میں موجودہ وقت میں اس قدر اَور طاقت ہے کہ ایک صدی تک پادریوں کے روز افزوں غلبہ کا مقابلہ کر سکے۔ غلبہ حد تک پہنچ گیا۔ اور آنے والا آگیا۔ ہاں اب وہ دجّال کو اتمام حجّت سے ہلاک کرے گا۔ کیونکہ حدیثوں میں آچکا ہے کہ اُس کے ہاتھ پر ملتوں کی ہلاکت مقدر ہے نہ لوگوں کی یا اہل ملل کی۔ تو ویسا ہی پورا ہوا +

کسُوف و خسُوف

آنے والے کا ایک یہ نشان بھی ہے۔ کہ اس زمانہ میں ماہ رمضان میں کسُوف و خسوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نشان سے ٹھٹھا کرنے والے خدا سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ کسوف و خسوف کا اس کے دعویٰ کے بعد ہونا یہ ایک ایسا امر تھا۔ جو افترا اور بناوٹ سے بعید تر ہے۔ اس سے پہلے کوئی کسوف و خسوف ایسا نہیں ہوا۔ یہ ایک اَیسا نشان تھا۔ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو کُل دُنیا میں آنے والے کی مُنادی کرنی تھی۔ چنانچہ اہل عرب

نے بھی اس نشان کو دیکھ کر اپنے مذاق کے مطابق درست کہا۔ ہمارے اشتہارات بطور منادی جہاں جہاں نہ پہنچ سکتے تھے۔ وہاں وہاں اس کسوف وخسوف نے آنے والے کے وقت کی منادی کردی۔ یہ خدا کا نشان تھا۔ جو انسانی منصوبوں سے بالکل پاک تھا۔ خواہ کوئی کیسا ہی فلسفی ہو وہ غور کرے اور سوچے کہ جب مقرر کردہ نشان پُورا ہو گیا۔ تو ضرور ہے کہ اس کا مصداق بھی کہیں ہو۔ یہ امر ایسا نہ تھا۔ کہ جو کسی حساب کے ماتحت ہو۔ جیسے کہ فرمایا تھا کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب کوئی مدعی مہدویّت ہو چکے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آدمؑ سے لیکر اُس مہدی تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص تاریخ سے ایسا ثابت کرے تو ہم مان لیں گے۔

دُمدار تارے کا نِکلنا

ایک اَور نشان یہ بھی تھا۔ کہ اُس وقت ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا یعنی اُن برسوں کا ستارہ جو پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی وہ ستارہ جو مسیح ناصری کے ایام (برسوں) میں طلوع ہوا تھا۔ اب وہ ستارہ بھی طلوع ہو گیا۔ جس نے یہودیوں کے مسیح کی اطلاع آسمانی طور سے دی تھی۔ اسی طرح قرآن شریف کے دیکھنے سے بھی پتہ لگتا ہے۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ[1] (پ ۳۰)۔ یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جاویں گی۔ اعلیٰ درجہ کی سواری اور باربرداری جن سے ایام سابقہ میں ہوا کرتی تھی۔ یعنی اُس زمانہ میں سواری کا انتظام کوئی ایسا عمدہ ہوگا کہ یہ سواریاں بیکار ہو جائیں گی۔ اس سے رَیل کا زمانہ مُراد تھا۔ وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ اِن آیات کا تعلق قیامت سے ہے وُہ نہیں سوچتے کہ قیامت میں اونٹنیاں حمل دار کیسے رہ سکتی ہیں۔ کیونکہ عشار سے مراد حمل دار اُونٹنیاں ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اس زمانہ میں چاروں طرف نہریں نکالی جائیں گی۔ اور کتابیں کثرت سے اشاعت پائیں گی۔ غرضیکہ یہ سب نشان اسی

[1] التکویر: ۵ تا ۱۱

زمانہ کے متعلق تھے۔

مسیح موعود کی جائے ظہور

اب رہا مکان کے متعلق۔ سو یاد رہے کہ دجّال کا خروج مشرق میں بتایا گیا ہے۔ جس سے ہمارا ملک مُراد ہے۔ چنانچہ صاحب حجج الکرامہ نے لکھا ہے کہ فتن دجّال کا ظہور ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ظہورِ مسیح اُسی جگہ ہو۔ جہاں دجّال ہو۔ پھر اس گاؤں کا نام قدعہ قرار دیا ہے۔ جو قادیان کا مخفف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ یمن کے علاقہ میں بھی اس نام کا کوئی گاؤں ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یمن حجاز سے مشرق میں نہیں بلکہ جنوب میں ہے۔ آخر اسی پنجاب میں ایک اَور قادیاں بھی تو لدھیانہ کے قریب ہے +

اس کے علاوہ خود قضاء و قدر نے اس عاجز کا نام جو رکھوایا ہے تو وُہ بھی ایک لطیف اِشارہ اِس طرف رکھتا ہے۔ کیونکہ غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰) کے عدد بحساب جمل پُورے تیرہ سَو (۱۳۰۰) نکلتے ہیں۔ یعنی اِس نام کا اِمام چودھویں صدی کے آغاز پر ہو گا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اشارہ اسی طرف تھا۔

حوادث سماوی وارضی

حوادث بھی ایک علامت تھی۔ حوادث سماوی نے قحط، طاعون اور ہیضہ کی صورت پکڑ لی۔ طاعون وہ خطرناک عذاب ہے کہ اُس نے گورنمنٹ تک کو زلزلہ میں ڈال دیا۔ اور اگر اس کا قدم بڑھ گیا۔ تو ملک صاف ہو جائے گا۔ ارضی حوادث لڑائیاں، زلازل تھے۔ جنہوں نے ملک کو تباہ کیا۔ ماموُر من اللہ کے لئے یہ بھی ضرور ہے۔ کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھاوے۔ ایک لیکھرام کا نشان کیا کچھ کم نشان تھا۔ ایک کُشتی کے طور پر کئی سال تک ایک شرط بدھی رہی۔ پانچ سال تک برابر جنگ ہوتا رہا۔ طرفین نے اشتہار دیئے۔ عام شہرت ہو گئی۔ ایسی شہرت کہ جس کی مثال بھی محال ہے۔ پھر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسے کہ کہا گیا تھا۔ کیا اس واقعہ کی کوئی اَور نظیر ہے؟ دھرم مہوتسو کے متعلق

بھی کئی دن پہلے اعلان کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہمارا مضمون سب پر غالب رہے گا۔ جن لوگوں نے اس عظیم الشان اور پُر رعب جلسہ کو دیکھا ہے۔ وہ خود غور کر سکتے ہیں کہ ایسے جلسہ میں غلبہ پانے کی خبر پیش از وقت دینی کوئی اٹکل یا قیاس نہ تھا۔ پھر آخر وہی ہوا جیسے کہا گیا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٭

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ص ۹۱-۳۳)

پاکیزہ کردار کی حامل عظیم خواتین کی صفات اپنائیں

اس سے آپ معاشرہ کو تبدیل کر سکیں گی اور معاشرہ آپ پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں ڈال سکے گا

جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ 1997ء پر حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کا خواتین سے خطاب

16- اگست 1997ء۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے احمدی خواتین پر زور دیا ہے کہ وہ پاکیزہ عظیم کردار کی حامل خواتین کے ماڈل سامنے رکھ کر ان کی صفات کو اپنائیں تو آپ اپنے اپنے ماحول کو تبدیل کر سکیں گی اور معاشرہ کے اثرات ذرہ بھر بھی آپ کو مغلوب نہیں کر سکیں گے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کے 22 ویں جلسہ سالانہ میں خواتین سے خطاب کرتے ہوئے حضرت صاحب نے احمدی خواتین کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے عظیم کردار بطور نمونہ پیش فرمائے۔

حضرت صاحب نے فرمایا آج کے نوجوان جس قسم کی شرٹس پہنتے ہیں ان پر جس اداکار' گلوکار' یا کھلاڑی وغیرہ کی تصاویر چھپی ہوتی ہیں یہ نمونے محض دھوکہ ہیں ان کی پیروی نہ کریں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مثال واضح فرمائی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے فوراً بعد اپنا سارا مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ آپ نے اپنا سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا قربان کر دیا کہ آنحضورؐ ساری عمر آپ کو یاد کرتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ زندگی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عائشہؓ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ جس کے بستر پر وحی نازل ہوتی ہو اس میں نفسانی جذبات کا دخل کہاں رہ جاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ یہ تھا کہ صحابہ کرام آپ سے احادیث کے مطالب پوچھا کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بلند مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے فرمایا کہ آپ کو حدیبیہ کے مقام پر اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تاریخی مشورہ دینے کی سعادت اور اعزاز حاصل ہوا جب سارے صحابہ غم کے مارے سکتہ کی سی حالت میں تھے۔ حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو ذبح کیا تو سارے صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے لگے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بلند مرتبہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے یوں بیان فرمایا کہ آپ کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی بینظیر اطاعت کی توفیق ملی کہ جب آنحضرتؐ نے فتح مکہ پر جاتے ہوئے فرمایا کہ گھروں سے باہر نہ نکلیں تو وہ موت تک اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حتیٰ کہ حج کے لئے بھی گھر سے باہر نہ آئیں کیونکہ اس سے قبل آپ حج کر چکی تھیں۔

حضرت صاحب نے احمدی عورتوں کو نصیحت فرمائی کی نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں اپنے خاوندوں سے محبت آپ کریں اور آپ کے خاوندوں کو اللہ کی محبت عطا کرنے والی ہو۔ آپ کو تھامنا ان کا خدا کو تھامنا بن جائے۔ حضرت صاحب نے فرمایا اپنی محبتوں کو پاکیزہ بنائیں دنیا کی لذتیں تو فانی ہیں صرف ایک محبت یعنی الٰہی محبت ہے جو لافانی ہے۔

○○○

نماز کے آداب و لوازمات

پروفیسر راجہ نصر اللہ خاں صاحب - ربوہ

نماز کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو معراج المومن قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز نماز کا حساب سب سے پہلے ہوگا۔ گویا پہلے ہی قدم پر نمازی اور بے نماز کو الگ کر دیا جائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد جو ۶ سنہ ہجری میں قرار پائی مختلف بادشاہوں اور حاکموں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تھے اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین خطوط منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام رقم کرائے تھے۔ منذر بن ساوی نے حضورؐ کے پہلے ہی نامۂ مبارک کو پڑھ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس نے اپنے خط میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک استفسار کرتے ہوئے لکھا:۔

"امّا بعد۔ یا رسول اللہ! میں نے آپ کا خط پڑھا جو اہل بحرین سے متعلق ہے کہ ان میں سے جو اسلام کو پسند کریں اور اس میں داخل ہو جائیں اور ان میں سے جو اس کو ناپسند کریں اور میرے ملک میں مجوسی اور یہودی بھی ہیں سو اس معاملے میں وضاحت فرما دیجئے"

("مکاتیب رسالت رؤسائے عرب کے نام" از قلم محمود فاروقی مطبوعہ سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر جلد دوم نومبر ۱۹۷۳ء)

اس استفسار کے جواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مکتوب گرامی میں فرمایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے المنذر بن ساوی کے نام سلام اللہ علیک۔ میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور الٰہ نہیں۔ امّا بعد تمہارا خط میرے پاس آیا۔ میں نے اس کے مضمون کو سُنا۔ پس جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو ہمارے ہیں۔ اس پر فرائض وہی ہیں جو ہم پر ہیں اور جو ایسا نہ کرے اس پر مغاری کی قیمت والا ایک دینار (سالانہ جزیہ) ہے۔

وَالسَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ"

("مکاتیب رسالت رؤسائے عرب کے نام" مطبوعہ سیارہ ڈائجسٹ رسولؐ نمبر۔ جلد دوم نومبر ۱۹۷۳ء)

گویا نماز ایک ایسی چیز ہے جو مسلم اور غیر مسلم کا فرق بتاتی ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنی شہرہ آفاق کتاب "کیمیائے سعادت" میں نماز کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ نماز خدا تعالیٰ سے ملاقات کا موقع اور ذریعہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور موقع اور ذریعہ نہیں۔ اب جبکہ نماز کی یہ اہمیت اور فضیلت ہے تو اس کی ادائیگی کے آداب اور لوازمات جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی بڑی ضرورت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز کا ثواب اس کے حسن ادائیگی کے مطابق ملتا ہے۔ یعنی جتنی توجہ اور احترام سے نماز ادا کرے گا اتنا ہی اجر پائے گا۔ ایک حدیث میں یہ وعید بھی آئی ہے کہ بے توجہی اور بے حضوری سے ادا کی ہوئی نماز کو نمازی کے منہ پر مار دیا جاتا ہے اور نماز اُسے بددُعا دیتی ہے کہ جس طرح تُو نے مجھے بگاڑ کر پڑھا اسی کے مطابق تُو بھی اس کا مزہ چکھے۔ سو بڑے ہی ڈر اور فکر کا مقام ہے۔ نماز کی ادائیگی میں بڑا ہی اہتمام، احتیاط اور احترام ہونا چاہئیے۔ کیونکہ یہ بندے کی اپنے رب سے ملاقات اور اس کے حضور حاضر ہونے کا موقع ہوتا ہے۔

نماز کی ادائیگی

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہر نماز سے پہلے وضو تازہ کر لینا (اگرچہ وضو نہ ٹوٹا ہو) زیادہ مناسب ہے۔ وضو کے بعد یہ دعائیں اور اذکار مسنون ہیں:۔

۱۔ کلمہ شہادت۔

۲۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَمِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (اے ربّ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک اور نیک لوگوں میں سے بنا دے)۔

۳۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ (میں اللہ سے راضی ہوں جو میرا رب ہے، اسلام سے جو میرا دین ہے اور محمد مصطفےٰ سے جو میرے نبی ہیں)۔

۴۔ استغفار۔ مثلاً اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ۔

نیّتِ نماز

نماز شروع کرنے سے قبل قبلہ رُخ ہو کر یہ پڑھا جائے:۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○

(میں نے کج راہوں سے بچتے ہوئے، یقیناً اپنی توجہ اُس (خدا) کی طرف پھیر دی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور میں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں"

یہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ ہیں جو سورۂ انعام رکوع ۹ میں درج ہیں اور کتنا حسین اتفاق ہے کہ نماز کا آغاز (نیّت) اور اختتام (آخری دعاؤں میں سے ایک مشہور دُعا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ پر مشتمل ہے جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔

نماز کے آخر میں ہم پڑھتے ہیں۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ... الخ یہ اُس پاک نبی کی ایک دُعا ہے جن کے متعلق سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ میں تو

اپنے باپ ابراہیم کی دُعا کا نتیجہ ہُوں ۔

رکوع اور سجود

حدیث پاک میں ہے کہ بدترین چوری نماز کی چوری ہے جس کی وضاحت یہ فرمائی کہ رکوع اور سجود کا حق ادا نہ کرنا ۔ بدترین چوری ہے ۔ حدیث شریف میں ہے ایک اعرابی (دیہاتی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں آیا اور لاپرواہی سے جلدی جلدی نماز پڑھی ۔ حضرت اقدسؐ نے فرمایا تم نے نماز نہیں پڑھی پھر سے پڑھو اُس نے دوبارہ پہلے جیسی نماز پڑھی تو حضورؐ نے پھر فرمایا تم نے نماز نہیں پڑھی پھر سے پڑھو ۔ اس نے پھر تیسری مرتبہ پہلی سی عجلت کے ساتھ نماز پڑھی تو حضورؐ نے اپنے پہلے الفاظ دہرائے اس پر اُس نے عرض کیا "یا رسُول اللہ! میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا ۔ آپ مجھے بتلایئے ۔" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے تسلی اور قرینے سے نماز پڑھنے کی تعلیم دی اور رکوع اور سجدہ کو اطمینان سے بجالانے کا ارشاد فرمایا ۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رکوع میں جاتے یا رکوع سے اُٹھ کر کھڑے ہوتے یا سجدہ کرتے یا دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے تو یہ سارا عمل اس تسلی سے کرتے کہ آپؐ کے جسم کے تمام جوڑ اپنی اپنی جگہ پر صحیح بیٹھ جاتے ۔

حدیث پاک میں ہے ۔ ایک مرتبہ حضور پُرنور نماز پڑھا رہے تھے ۔ جب آپؐ نے فرمایا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ تو ایک مقتدی نے رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کے بعد پڑھا حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ (بہت زیادہ اور پاک اور برکت والی تعریف) تو بعد از نماز حضرت اقدسؐ نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ کلمات کہے گئے تو میں نے ستر سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ اس کلمے کا ثواب درج کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے ۔

امام ترمذیؒ نے دو سجدوں کے درمیان پڑھنے کے لئے مختصر لیکن بڑی پیاری دُعا بیان کی ہے جو یہ ہے ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔ اسے تین بار پڑھنا چاہیئے ۔ اگر اس سے لمبی دُعا پڑھنا چاہیں تو یہ ہے :۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ وَعَافِنِیْ ۔

اے اللہ مجھے بخش دے ۔ مجھ پر رحم فرما ۔ مجھے رزق عطا فرما ۔ مجھے ہدایت دے ۔ مجھے معاف فرما اور مجھے عافیت عطا فرما ۔

ریاض الصالحین میں لکھا ہے کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کو وردِ زبان بنا لینا چاہیئے کہ اگر غیر ارادی طور پر بھی یہ کلمہ پڑھتے رہیں تو گناہوں کی مغفرت ہوتی رہے گی ۔

نماز کے بعد اذکار اور دُعائیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فرض نماز اور سنتوں کی ادائیگی کے بعد کچھ اور پڑھنے کی ضرورت نہیں ۔ حالانکہ نماز کی ادائیگی کے بعد بہت سے اذکار اور دعائیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں اور ان کے پڑھنے میں بڑا لُطف اور فائدہ ہے ۔ اس کی وضاحت یُوں ہے کہ جیسے روٹی یا چاول ہماری غذا کا اہم اور عظیم جزو ہے جس سے زندگی اور تازگی ملتی ہے لیکن اس کے ساتھ سالن ۔ ترکاری وغیرہ کا استعمال اسے مزید پُرلطف اور نفع بخش بناتا ہے ۔ اسی طرح نماز کے بعد کے اذکار اور دعائیں نماز کے رُوح پرور لوازمات ہیں ۔ ظاہر ہے صرف روٹی کے ٹکڑے میں وہ مزہ اور دلکشائی نہیں جو ثرید سالن میں بھگوئی ہُوئی روٹی میں ہوتا ہے ۔ چند مسنون اذکار یہ ہیں :۔

۱ ۔ سلام پھیرنے کے ساتھ ہی الحمدللہ پڑھنا چاہیئے ۔ یعنی اس قادرِ مطلق کا شکر بجالانا چاہیئے جس نے ہمیں اپنی عبادت کی توفیق بخشی ۔

۲ ۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تین مرتبہ استغفار پڑھتے تھے مثلاً :۔ استغفر اللہ العظیم ۔ یا استغفر اللہ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔

۳ ۔ تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (اے اللہ تو سلامتی کا مالک ہے اور ہر قسم کی سلامتی تجھی سے ہے ۔ اے جلال اور اکرام والے تو بڑی برکت والا ہے) ۔

۴ ۔ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (اے اللہ اپنا ذکر اور شکر اور اچھی عبادت بجالانے کے لئے میری مدد فرما) ۔

حدیث شریف میں ہے ۔ ایک مرتبہ شاہِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرمایا "اے معاذ اللہ کی قسم میں تمہیں اپنا دوست جانتا ہُوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہُوں کہ ہر نماز کے بعد تین دفعہ یہ کلمات پڑھنا کبھی نہ بھُولنا ۔ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔

۵ ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبُود نہیں ۔ وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ۔ تمام بادشاہت اور تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

یہ کلمات بھی بہت ہی عظیم ہیں ۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یا پھر تین مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھنے چاہئیں ۔

"کیمیائے سعادت میں درج ہے کہ ایک بار جناب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ سے عرض کیا کہ سب سے عظیم کلمہ کونسا ہے ۔ فرمایا :۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

مُوسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی کلمہ ہے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ۔ اے مُوسیٰ میری عزت کی قسم اگر زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں

صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو یہ دوسرا پلڑا ہی بھاری نکلے گا۔

۶ - تینتیس تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور چونتیس بار اَللّٰہُ اَکْبَر۔

یہ کلمات بڑے برکت والے ہیں۔ ایک بار حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ انہیں گھر کے کام میں بڑی مشقت اُٹھانا پڑتی ہے۔ اس لئے حضور انہیں ایک خادم عنایت فرمائیں اس پر حبیبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"کیا مَیں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو خادم سے کہیں بہتر اور فائدہ مند ہے۔ جب تم کام کاج سے تھک ہار کر رات کو آرام کی خاطر لیٹو تو ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ لیا کرو۔

۷ - درود شریف : حدیثِ پاک ہے کہ جو ایک مرتبہ درود شریف پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار سلامتی نازل فرماتا ہے۔ "کیمیائے سعادت" میں حضرت علیؓ کی روایت درج ہے کہ اگر کوئی دُعا درود شریف پڑھے بغیر کی جائے تو وہ زمین اور آسمان کے درمیان رُکی رہتی ہے۔ حتّٰی کہ درود شریف پڑھا جائے قبولیّت دُعا کے لئے اوّل اور آخر درود شریف پڑھنا بہت ہی ضروری ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ مجھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے یا کسی کام میں روک پیدا ہو جاتی ہے تو مَیں خاص اُس کام کے لئے دُعا کرنے کی بجائے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ اس درود شریف کے طفیل میری مشکل حل فرما دیتے ہیں۔

ایک اور اللہ والے نے اپنے عقیدتمندوں کو اس بات کا پابند ٹھہرایا کہ وہ پنج وقتہ نماز کے ساتھ ساتھ ہر روز اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر مداومت اختیار کریں گے۔

ہر اہل ایمان کو چاہیئے کہ صدق دل سے درود شریف پڑھا کرے۔

۸ - آیۃ الکرسی : - حدیث نبوی ہے کہ جو شخص نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے۔ اُسے موت کے علاوہ جنّت سے کوئی چیز روک نہیں۔ یعنی موت معیّن وقت پر آتی ہے۔ اس لئے موت آنے تک تو وہ اس دُنیا میں رہے گا۔ لیکن موت کے بعد جنّت میں جگہ پائے گا۔

مندرجہ بالا آٹھ اذکار نماز کے بعد ضرور اختیار کرنے چاہئیں۔ یہ مسنون ہیں اور رُوحانی بالیدگی اور بشاشت دینے والے ایسے کلمات ہیں جن کی حلاوت اور برکت ان کو اختیار کرنے سے بخوبی محسوس کی جا سکتی ہے۔ ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ مسجد کا کماحقہٗ احترام کرنا ازبس ضروری ہے۔ بعض لوگ مسجد میں ذاتی اور دنیاوی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ یہاں آدمی خُدائے قدوس و برتر کے حضور حاضر ہونے کے لئے آتا ہے۔ یہ ذاتی یا دنیاوی تبصروں کی جگہ نہیں ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے گھر کی تقدیس اور حرمت ہم پر لازم ہے لاحاصل تبصروں اور بے جا گفتگو سے حضوریٔ قلب اور خشیتِ الٰہی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور امام غزالی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں :۔ "اپنے ربّ سے ملاقات" (نماز) کا مقصد پُوری طرح قائم نہیں رہ سکتا۔ اس بات پر غور کرکے اور اُسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کسی عاشقِ صادق کا یہ شعر کتنا لطیف ہے ؎

تری محفل میں ترا دیوانہ بھی ہو غیر بھی ہو ؛ بزمِ آرائی نہیں یہ فتنہ سامانی ہُوئی

حدیث پاک میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں آتے ہی تحیۃ المسجد کی ۲ دو رکعتیں ادا کرتے تھے اور فرماتے مسجد میں بیٹھنے سے پہلے ۲ دو رکعتیں ادا کر لیا کرو مسجد میں فارغ وقت میں یہ کلمات پڑھنا مسنون ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ان کلمات کے متعلق حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کیمیائے سعادت میں بیان کرتے ہیں کہ یہ کلمات اتنے عظیم ہیں۔ اگر کوئی شخص قرآنِ حکیم نہیں پڑھ سکتا تو یہ کلمات اُس کا بدل ہیں۔ یعنی کم سے کم انہی کلمات کا ورد کرے۔ حضرت سرورِ کائنات کا ارشاد ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان میں سب سے زیادہ یہ کلمات مجھے عزیز ہیں :۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

خطبہ جمعہ

میں سخت بیقرار ہوں کہ کسی طرح جماعت اٹھ کھڑی ہو، بیدار ہو جائے کیونکہ ہماری صدی گزرنے میں بہت تھوڑا وقت باقی ہے اور ایسی نئی صدی میں ہم نے داخل ہونا ہے جبکہ ساری دنیا کی ذمہ داریاں ہم پر پہلے سے بہت زیادہ ڈالی جائیں گی

صاحبزادہ مرزا مجید احمد ایم۔اے

اہلِ مجاہدہ کی دس خصلتیں

فتوح الغیب میں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اہلِ مجاہدہ کی دس خصلتیں بیان فرمائی ہیں۔ دوستوں کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔ خاکسار کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے کہ توفیق بھی اسی کی عنایت سے ملتی ہے۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ جھوٹ یا سچ پر قسم نہ کھائے۔ جب بندہ خدا کی قسم اٹھانا چھوڑ دے گا تو اللہ اس پر انوار کے دروازے کھول دے گا۔ خدا اسے بھائیوں اور ہمسایوں میں بزرگی بھی عطاء کرے گا۔ لوگ اس کی تقلید کرنے لگیں گے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ دانستہ یا مذاقاً جھوٹ سے اجتناب کرے۔ اس طرح زبان مضبوط ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے گا۔ اس پر علم روشن ہوں گے۔ اس طرح وہ جب دوسروں سے جھوٹ سنے گا تو برا سمجھے گا اور خدا سے دعا کرے گا کہ اس شخص کی جھوٹ بولنے کی عادت سے بھی اسے نجات دلا۔ اللہ اس دعا کرنے والے کو بھی ثواب دے گا۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔ وعدہ خلافی کرنے سے بہتر ہے کہ وعدہ ہی نہ کیا جائے۔ اللہ اس کے لئے سخاوت اور حیاء کے دروازے کھول دیتا ہے۔ وہ لوگوں میں عزت پاتا ہے اور خدا کے حضور اس کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں کسی چیز پر لعنت نہ کرے اور کم و بیش کسی کو ایذاء نہ دے کیونکہ یہ خصلت ابرار صدیقین کے اخلاق میں سے ہے۔ اس کے لئے خدا کی حفاظت میں خدا کے جمع رکھے ہوئے درجات کے ساتھ دنیا میں نیک انجام ہے اور اس کو ہلاکت میں گرنے سے بچاتا ہے۔ اس کو مخلوق سے سلامت رکھتا ہے اور بندوں پر شفقت کرتا اور اپنا قرب عطاء کرتا ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ وہ کسی بھی مخلوق پر بد دعا کرنے سے بچے اگرچہ اس پر ظلم بھی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ وہ اپنی زبان یا ہاتھ سے اذیت نہ پہنچائے۔ اسے خدا کے واسطے برداشت کرے۔ اس خصلت کو اپنانے والوں کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ درجات سے نوازتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اور لوگوں میں اللہ اسے بزرگی عطاء فرماتا ہے۔ اللہ اس کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی پر بالیقین کفر و شرک اور نفاق میں گواہی نہ دے۔ اس طرح رحمت الٰہی اور رضامندی کے وہ مخص بہت قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ مقام ایک بہت بڑا دروازہ ہے۔

اہل زہد کی ساتویں خصلت یہ ہے کہ وہ گناہوں کی اشیاء کو دیکھنے سے ظاہر و باطن بچتا رہے۔ اپنے آپ کو گناہوں سے دور رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے آخرت میں بہت اجر جمع کرتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یہ خصلتیں اپنانے پر ہم پر احسان فرمائے۔

اہل زہد کی آٹھویں خصلت یہ ہے کہ وہ مخلوق میں اپنے سے چھوٹے یا بڑے پر بوجھ نہ ڈالے۔ اپنا بوجھ دوسروں پر سے اٹھالے۔ یہ عابد اور متقیوں کا مقام ہے۔ اللہ اس پر غنا اور یقین کی برکتیں نازل فرماتا ہے۔ متقیوں اور ایمان والوں کا رتبہ اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے۔

نویں خصلت یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کے لئے لازم ہے کہ وہ طمع نہ کرے۔ مخلوق کی چیزوں پر اپنے دل کو طمع میں نہ ڈالے۔ یہ بڑی عزت اور غنا کی علامت ہے۔ اللہ پر توکل رکھے۔ اللہ یقیناً اس کے لئے بہت بلند درجات رکھتا ہے۔ یہ عمل اللہ والوں کی نشانی ہے۔

اہل زہد کی دسویں صفت یہ ہے کہ دوسروں کی تواضع کرے۔ ہر ملنے والے کو اپنے سے بڑا اور افضل سمجھے۔ تواضع اصل میں عبادت کا محل ہے جو بہت اونچا اور رفیع الشان ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کی عزت اور مرتبہ کامل ہوتا ہے۔

تواضع یہ ہے کہ ملنے والے کو اپنی ذات سے افضل سمجھے۔ اگر وہ بڑا ہے تو سمجھے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کا آغاز کیا تھا۔ اگر چھوٹا ہے تو سمجھے کہ اسے اللہ نے وہ چیز عنایت فرمائی ہے جس تک میں ابھی نہیں پہنچا۔ اگر وہ جاہل ہے تو سمجھے کہ اس کی نادانی کو دخل ہے جبکہ میں جان بوجھ کر نافرمانی کرتا ہوں۔ اگر وہ کافر ہے تو سمجھے کہ یہ تو نہیں جانتا شاید مسلمان ہو جائے اور شاید میں اسلام پر قائم نہ رہ سکوں۔ جب بندہ ایسا ہو جاتا ہے تو اللہ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کو رحمت کا دروازہ عطاء فرماتا ہے۔ تواضع عبادت کا نچوڑ ہے۔ یہی رحمت کا دروازہ ہے۔ اس سے کوئی شئے بہتر نہیں۔ اس کے لئے نصیحت میں مخلوق ایک ہو جاتی ہے۔ وہ شخص بلا مصلحت کسی کی سرزنش نہیں کرتا۔ اس کے سامنے کسی کی برائی کی جائے تو وہ اسے معیوب سمجھتا ہے۔ اللہ کے بندوں کے لئے غیبت ہلاکت اور آفت ہے۔ مگر اللہ زبان اور قلب کی حفاظت کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے۔

مسجد

ہمیں حق کی جانب بلاتی ہے مسجد
ھدایت کی باتیں سکھاتی ہے مسجد
برائی کے رستوں سے ہم کو بچا کر
ہمیں سیدھے رستے پر لاتی ہے مسجد
عبادت کے قابل فقط اک خدا ہے
ہمیں یہ حقیقت بتاتی ہے مسجد
یہ مسجد خدا کی عبادت کا گھر ہے
ہمیں سیدھا رستہ دکھاتی ہے مسجد
نمازوں میں ہوتے ہیں جب ہم اکٹھے
تو یوں بھائی چارہ بڑھاتی ہے مسجد
ہمیں روز قرآن کا درس دے کر
غلط راستوں سے بچاتی ہے مسجد
غرض نیکیوں کا سبق دے کے بزمی
ہمیں نیک انسان بناتی ہے مسجد

لوائے احمدیت

۱۹۳۹ء میں تین خوبصورت اور حیرت انگیز اتفاقات اکٹھے ہوگئے۔ پہلا یہ کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے قیام کو ۵۰ سال پورے ہوئے۔ دوسرا حضرت مصلح موعودؓ کی عمر مبارک ۵۰ سال ہوئی اور تیسرا یہ کہ خلافت ثانیہ کے ۲۵ سال پورے ہوئے۔ ان خوشیوں کو شان و شوکت سے منانے کا اہتمام کرنے کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے قریباً ۲۵ تجاویز پیش کیں جن میں سے ایک "لوائے احمدیت" تیار کرنے کی بھی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس تجویز کو منظور فرماتے ہوئے خصوصی ہدایات سے نوازا۔ چنانچہ ان ہدایات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب وصحابیات نے عطایا پیش کرکے ۱۳۰ روپے کی رقم جمع کی۔ حضرت میاں فقیر محمد صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ ونجواں ضلع گورداسپور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ارشاد کی تعمیل میں کپاس کا کچھ بیج اپنے ہاتھ سے بویا، تیار ہونے پر چنا، صحابیات سے دھنوا کر اسے کتوایا اور پھر سوت لاکر حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ بعد ازاں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ سیکرٹری خلافت کمیٹی نے پیغام بھیج کر حضرت میاں صاحبؓ سے آپکی کاشت کردہ روئی میں سے باقی بچی ہوئی روئی حضرت بھائی عبدالرحمان صاحبؓ کے ذریعے منگوالی جسے حضرت سیدہ ام طاہرؓ صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ نے دارالمسیح میں صحابیات سے کتوایا اور پھر صحابہؓ نے قادیان اور تلونڈی میں اس سوت سے کپڑا بنا۔ ان صحابہؓ میں حضرت میاں خیر الدین صاحبؓ دری باف بھی شامل تھے۔

لوائے احمدیت کا طول ۱۸ فٹ اور عرض ۹ فٹ ہے۔ اور اس سیاہ رنگ کے پرچم کے درمیان میں منارۃ المسیح، ایک طرف بدر اور دوسری طرف ہلال کی شکل سفید رنگ میں بنی ہوئی ہے۔ اسے لہرانے کیلئے قادیان کے جلسہ گاہ میں اسٹیج کے شمال مشرقی کونہ کے ساتھ پانچ فٹ چبوترہ بنا کر ۶۲ فٹ اونچا آہنی پول نصب کیا گیا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء کو ۲ بج کر ۴ منٹ پر سیدنا مصلح موعودؓ نے "لوائے احمدیت" لہرایا۔ اس سے قبل اسٹیج کا سائبان اتار دیا گیا تاکہ احباب واضح طور پر تقریب کا مشاہدہ کرسکیں۔ اس موقعہ پر حاضرین حضورؓ کے ساتھ ساتھ اس دعا کا ورد کرتے رہے ﴿ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم﴾۔ لوائے احمدیت لہرائے جانے کے بعد سب احباب نے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا:

"میں اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اور احمدیت کے قیام، اس کی مضبوطی اور اس کی اشاعت کے لئے آخر دم تک کوشش کروں گا کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام دوسرے سب دینوں اور سلسلوں پر غالب رہے اور اس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہو بلکہ دوسرے سب جھنڈوں سے اونچا اڑتا رہے"۔ آمین۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق جھنڈے کی حفاظت کیلئے مجلس خدام الاحمدیہ نے ۱۲ خدام مقرر کئے اور اگلے روز نماز جمعہ کے بعد یہ جھنڈا دو ناظران کے سپرد کردیا گیا اور اسے ایسے تالہ میں رکھا گیا جس کی دو چابیاں تھیں اور دونوں ناظران مل کر تالہ کھول سکتے تھے۔

"المحراب کراچی ۱۹۹۱ء" کی مدد سے تحریر کردہ مکرمہ صائمہ مریم ثمر صاحبہ کا یہ مضمون ماہنامہ "مصباح" جون ۹۷ء میں شائع ہوا ہے۔

ایک احمدی گھرانے کو زبردستی گاؤں سے نکال دیا گیا

حکومت خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی

(پریس ڈیسک): چک نمبر ۳۶ جنوبی سرگودھا کے ایک احمدی رزاق محمود صاحب جو سرگودھا ضلع کے ناظم اصلاح وارشاد بھی ہیں کے خلاف گھر پر ڈش انٹینا لگانے کی وجہ سے نیز تبلیغ کے جرم میں گاؤں کے مولوی نے سخت اشتعال پھیلا دیا۔ مولوی نے مقامی مسجد میں اشتعال انگیز خطبہ دے کر لوگوں کو اس قدر بھڑکایا کہ وہ نماز کے بعد مشتعل ہو کر ان کے گھر پر حملہ کرنے کے لئے نکلے۔ اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ وہ گھر کے اوپر نصب شدہ ڈش انٹینا توڑ دیں گے۔ گاؤں کے ایک سرکردہ شخص محمد ریاض صاحب ذیلدار جو متعصب تو ہیں مگر اس موقعہ پر لوگوں کو سمجھانے میں کامیاب ہوگئے کہ گھر پر حملہ نہ کیا جائے البتہ فیصلہ کیا گیا کہ رزاق محمود صاحب کو گاؤں بدر کردیا جائے۔ مورخہ ۴ راگست ۱۹۹۷ء کو ان لوگوں نے رزاق محمود صاحب کو بلایا اور کہا کہ ہم دو سال سے تمہاری تبلیغی کارروائیاں دیکھ رہے ہیں اب ہمارا متفقہ فیصلہ ہے کہ تم گھر سے ڈش انٹینا اتار دو اور ایک ہفتہ تک گاؤں چھوڑ دو۔ اگر تم نے خود گاؤں نہ چھوڑا تو ہم تمہیں زبردستی نکال دیں گے۔

اردگرد کے بااثر احمدی زمینداروں کی کوششیں بھی کامیاب نہ ہوئیں۔ چنانچہ مورخہ ۱۳ راگست کو رزاق محمود صاحب گاؤں چھوڑ کر ربوہ آگئے۔ اس تمام واقعہ کے بارہ میں حکومت کے اہل کار خاموش رہے۔

احباب جماعت اپنے پاکستانی بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں جو راہ مولیٰ میں تمام مشکلات کو بڑی ہمت اور استقامت سے برداشت کر رہے ہیں۔ یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ظالم اور شرپسند ملاؤں سے ملک کے شریف النفس عوام کو نجات بخشے اور ظالم جلد اپنے منطقی انجام کو پہنچیں۔

☆.....☆.....☆

ہر احمدی گھرانے میں ڈش لگوائی جائے

حضور ایدہ اللہ نے ڈش انٹینا کے بارہ میں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا ہر گھر میں ڈش انٹینا لگوائیں۔ مراکز کافی نہیں ہوا کرتے۔ یہ بات انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں کوئی شخص روزانہ اٹھ کے اپنے بچوں کو لے کر کسی جگہ جائے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ہر احمدی کے گھر میں ڈش انٹینا لگنا ضروری ہے۔ پھر آپ کو بہت بڑا فائدہ پہنچے گا۔ اس لئے ایم ٹی اے پر پیغام بھجوایا جائے کہ ہر جگہ ہر احمدی کے گھر میں ڈش لگوائی جائے۔ اگر توفیق نہیں ہے تو جماعت خرچ کرے اور اگر توفیق نہ ہو تو ہم سے پوچھیں کہ ہم مرکز کی طرف سے کتنا فنڈ بطور قرض دے سکتے ہیں تاکہ بعد میں سہولت سے واپس کردیں۔ اب وقت نہیں رہا کہ صرف مرکزی اجتماعات کے لئے ڈش انٹینا مہیا کیا جائے۔ ہر گھر میں ہر وقت ہونا ضروری ہے۔ جب چاہے کوئی بچہ جو چاہے اٹھا کے دیکھے تو اس کا تعلق مستقل طور پر قائم رہے۔

قارئین سے ایک سوال!

جماعت احمدیہ کا غالب طبقہ عموماً پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل ہے۔ اور جو روایتی تعلیم کے حامل نہیں بھی ہیں ان کو بھی' جماعتی نظام سے واقفیت ہونے اور رابطہ ہونے کی وجہ سے دین اور دنیا کی بہت سی ایسی اہم باتوں کا پتہ لگتا رہتا ہے جو عام پڑھے لکھے لوگوں کے علم میں ہوتی ہیں۔

جماعت احمدیہ میں خطبات و تقاریر اور مختلف درس و تدریس کے ذریعے افراد جماعت احمدیہ کی تربیت کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ افراد جماعت کو زندگی کے ہر مرحلے میں نیک و بد کی پہچان کرائی جاتی ہے۔ دنیا میں بہتر زندگی بسر کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ گھریلو تعلقات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے اعلیٰ اور کار آمد نصائح بیان کی جاتی ہیں۔

ایسے ہی ایک صاحب سے ہماری جو بات چیت ہوئی اس کا ماحصل بیان کرکے ہم قارئین الفضل کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک سوال ہے جو ہم ان کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ پہلے آپ ہماری اور ان صاحب کی گفتگو سنیں۔

ہم نے عرض کیا حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر وہی ہے جو اپنے اہل (بیوی بچوں) سے اچھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کسی گھر میں 'گھر والے' گھر کے سربراہ سے شاکی ہوں تو وہ نیکی کے کسی درجہ پر بھی فائز ہونے کی امید نہیں کر سکتا۔ ہماری اس بات کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں میں یہ سب باتیں جانتا ہوں۔

ہم نے عرض کیا کہ دور حاضر میں دنیا کے اس سب سے قدیم مسئلے 'یعنی میاں بیوی اور گھروں کے تعلقات' کے بارے میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (ہماری دلی دعائیں آپ کے لئے) نے ایک نہایت پر اثر اور کار آمد بات بتائی ہے۔ اور گھریلو تعلقات میں بہتری قائم کرنے کی جو تلقین اس سے قبل کی جاتی رہی تھی اس کے اس سے بہتر تشریح کبھی نہیں کی گئی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا کہ میاں بیوی کا تعلق آپس میں دو گہرے اور حقیقی اور بے تکلف دوستوں کا ہونا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دو گہرے دوست ہر بات ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے تعلق اور دوستی اور بے تکلفی کے باوجود ایک دوسرے کا احترام بھی دل میں رکھتے ہیں۔ ایک ناراض ہو جائے تو دوسرے کی جان پر بن جاتی ہے اور دوسرا ناراض ہو جائے تو پہلے کو فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ وہ وقت کس طرح آئے کہ دونوں پھر سے پہلے سی محبت کرنے لگیں۔

جب ہم نے اپنی بات ختم کرلی تو وہ صاحب جماہی لے کر بولے۔ ہاں میں نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ ارشاد پڑھا ہوا ہے۔ حضرت صاحب نے نہایت اچھی اور کار آمد بات بیان کی ہے۔

پھر ہم نے عرض کیا کہ حضرت بانی سلسلہ کی پاکیزہ گھریلو زندگی کا جو لب لباب گھر کی ایک ان پڑھ اور سادہ طبع ملازمہ نے نکالا تھا وہ یہ تھا کہ ''مرجا بیوی دی گل بڑی مندا اے'' (یعنی مرزا صاحب اپنی بیوی کی بات بہت مانتے ہیں)۔ یہ بھی انہی پیارے اور قابل قدر ارشادات کی تشریح کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہ خاوند کا تعلق بیوی سے اس شان کا ہو کہ گھر کے تعلقات دیکھ کر دوسرے لوگ بے ساختہ پکار اٹھیں کہ ہاں یہ شخص ہے جو اپنی بیوی کا صحیح خیال رکھتا ہے۔ گویا کہ اس شخص کے عمل کی شہادت دینے والے اس کے اپنے عزیز دوست' رشتہ دار یا واقف کار ہونے چاہئیں۔ اگر کوئی شخص اپنی دانست میں گھریلو معاملات میں ٹھیک ہے اور سارے احکامات پر درست طور پر عمل کر رہا ہے۔ مگر اس کے ملنے جلنے والوں اعزہ و اقارب کی شہادتیں اس کی تائید نہیں کرتیں تو اس کا یہ اطمینان قبولیت کے لائق نہیں کہ وہ دین کے احکامات پر عمل کرکے گھر کو جنت نشان بنا رہا ہے۔ اس کے عمل کی شہادت تو دوسروں سے ملنی چاہئے۔

ہماری یہ بات سن کر ان صاحب نے ایک بار پھر کہا کہ ہاں میں نے حضرت بانی سلسلہ کے بارے میں گھر کی ملازمہ کا یہ بیان کئی دفعہ سنا ہے اور پڑھا ہے۔ بے شک یہ حضرت بانی سلسلہ کی پاکیزہ زندگی پر ایک بڑی واضح شہادت ہے۔

قارئین کرام سے ہم یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا شخص جو ہر بات جانتا ہے' سب نیک نصائح اس نے پڑھ رکھی ہیں' شاید وہ خود بھی ان اچھی باتوں کو بیان بھی کرتا رہتا ہو' اس کو جب یہ باتیں یاد دلائی جائیں تو اس کا اطلاق اپنے گھر پر کرنے پر تیار نہ ہو۔ اس کا جواب ہر بات کے جواب میں یہی ہو کہ 'ہاں میں جانتا ہوں۔ اور اتنا کہہ کر بات وہیں کی وہیں رہے۔ وہ گھر جس کو جنت ہونا چاہئے وہ ناراضگیوں جھگڑوں اور پریشانیوں کی آماجگاہ بنا رہے۔ وہ بیوی جس کے کانچ سے زیادہ نازک دل کی حفاظت کا حکم ہے وہ اپنے احساسات کو ٹھیس لگنے سے چُور چُور ہوئی پڑی ہو۔ گھر میں ناراضگی ہو تو وہ جس کو سربراہ بنایا گیا ہے جو قوام ہے وہ صلح کرنے میں پہل نہ کرے۔ وہ دل جیتنے کو کوئی اہمیت نہ دے۔ اور یہ کہتا رہے کہ میں گھر میں سب کچھ تو دیتا ہوں۔ اور یہ کیا چاہتی ہے۔ اس کو احساس ہی نہیں ہو تا کہ باہمی محبت' احترام اور خلوص یہ وہ باتیں ہیں جن کی بھوکی ہر عورت ہوتی ہے۔

قارئین کرام ساری باتیں جاننے والوں کے یہ جواب سن کر کہ 'میں سب جانتا ہوں' آخر کیا کیا جائے۔ صورتحال کس طرح سدھرے؟ اصلاح کیسے ہو!!

خاتم النبیّین کے اجماعی معنے

(از قلم: مولانا محمد صادق صاحب سماٹری مرحوم)

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کے معنی ہیں "تمام انبیاء کو ختم کرنے والا" اس میں سے نہ تو کوئی مستثنیٰ ہے اور نہ ہی ان معنوں کی تخصیص جائز ہے بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ اس میں سے استثناء کرنا یا تخصیص کرنا کفر ہے اور جو ایسا کرے وہ کافر ہے۔ اس کے جواب میں ہم پوچھتے ہیں کہ پھر :

۱۔ ان علماء کا کیا فتویٰ ہے سرور کونین سید الثقلین محمد ﷺ کے متعلق جنہوں نے مسلمانوں کو خوشخبری دی کہ آخری زمانہ میں نبی اللہ عیسیٰ کو ان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے مبعوث کیا جائے گا۔

۲۔ ان علماء کا کیا فتویٰ ہے ان تمام صحابہ کرام اور محدثین کے متعلق جنہوں نے نزول مسیح کی احادیث کو روایت کیا اور تواتر سے روایت کیا اور ساتھ ہی یقین ظاہر کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں آنا برحق ہے اور وہ نبی اللہ ہو گا۔

۳۔ ان علماء کا کیا فتویٰ ہے کہ تمام اہل السنت والجماعت کے ائمہ اور مقلدین کے متعلق جو اس اعتقاد پر قائم ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیشگوئی یقینی ہے۔ وہ یقیناً آئیں گے اور اسلام کو دنیا پر غالب کریں گے اور دجالی فتنے کا ازالہ فرمائیں گے۔

۴۔ ان علماء کا کیا فتویٰ ہے ان تمام متکلمین اور مفسرین کے متعلق جنہوں نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ متبع شریعت محمدیہ ہو کر آئیں گے اس لئے ان کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں۔

۵۔ پھر ان علماء کا کیا فتویٰ ہے ان علماء کرام اور ائمہ عظام کے بارے میں جنہوں نے خاتم النبیین کے معنے اور تفسیر ایسی بیان کی ہے جو اس مطلب سے زیادہ اعلیٰ اور مطلب خیز ہے اور وہ امتی نبی کے آنے میں روک بھی نہیں بن سکتی......

۶۔ پھر خاتم النبیین کے معنی "تمام انبیاء کو ختم کرنے والا" بالکل مبہم ہیں، سوال یہ ہے کہ جو انبیاء گزر چکے اور وفات پا گئے ہیں انہیں بند یا ختم کرنے کے کیا معنی؟ وہ تو پہلے ہی ختم ہو چکے ہیں اور ایک نبی (عیسیٰ علیہ السلام) جو عوام کے خیال کے مطابق ابھی زندہ تھے انہیں نہ ختم کر سکے اور نہ ہی ان کا آنا بند ہوا۔

☆ ۷۔ ایک اور سوال بھی اس ترجمہ کے متعلق یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی بھیجنا یا نہ بھیجنا کس کا کام ہے۔ خدا تعالیٰ کا یا نبی کریم ﷺ کا؟

قرآن کریم (سورہ الدخان آیت ۴، ۵) میں فرمایا "انا کنا مرسلین" کہ ہم ہی رسول بھیجتے ہیں۔ پس جب رسول بھیجنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو بند کرنا یا ختم کرنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ اس طرح خاتم النبیین تو خدا کی صفت قرار پائی۔ وہی مرسل النبیین ہوا اور وہی خاتم النبیین ہوا۔ حالانکہ قرآن مجید کی گواہی یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

۸۔ پھر دوسرے انبیاء تو ہمیشہ خواہش کرتے بلکہ دعا مانگتے رہے کہ خدا تعالیٰ ان کے متبعین کو بڑے روحانی درجات عطا فرمائے اور اپنے قرب سے انہیں نوازتا رہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں ہمارے سامنے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو اعلان ہو گیا کہ میری امت میں سے کسی کو نبوت کا اعلیٰ اور بلند مرتبہ نصیب نہ ہو گا کیا یہی فضیلت ہے جو آپ کو عطا کی گئی، کیا یہی اعلیٰ درجہ ہے جو آپ کی امت کے حصہ میں آیا؟ پہلی امتوں میں شہداء اور صدیقین کے علاوہ خدا تعالیٰ انبیاء بھی مبعوث فرماتا رہا لیکن اس امت میں شہداء اور صدیقین تو ہوں گے مگر کسی فرد کو نبوت کے شرف سے نہ نوازا جائے گا۔ شیخ رشید رضا "من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین" کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

"ھذہ الاصناف الاربعۃ ھم صفوۃ اللہ من عبادہ و قد کانوا موجودین فی کل امۃ . ومن اطاع اللہ والرسول من ھذہ الامۃ کان منھم و حشر یوم القیامۃ معھم. لانہ و قد ختم اللہ النبوۃ والرسالۃ لابد ان یرتقی فی الاتباع الیٰ درجۃ احد الاصناف الثلثۃ: الصدیقین والشھداء والصلحین"۔

(تفسیر القرآن الحکیم جزء ۵ صفحہ ۲۴۷)

کہ یہ چار قسمیں (نبی، صدیق، شہید اور صالح) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں اور یہ لوگ پہلی تمام امتوں میں موجود تھے اور اس امت میں جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ ان میں سے ہو گا اور قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کو ختم کر دیا ہے اس لئے آئندہ ان تین قسموں میں سے کسی ایک قسم تک ہی ترقی ہو سکے گی یعنی صدیق، شہید اور صالح تک۔

ہم پوچھتے ہیں کہ پھر امت اسلام کی فضیلت کیا ہوئی؟ پھر کس وجہ سے اس امت کو خیر امت کہا جائے؟ جب ختم نبوت کے یہ معنی لئے جائیں کہ اس امت میں کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا آخر اسے کیوں بہترین امت تسلیم کیا جائے۔ صرف دعویٰ ہی تو کافی نہیں ہو سکتا۔

تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی، عیسائی بلکہ مجوسی اور عرب لوگ ہمیشہ اپنے دین کو زیادہ اعلیٰ قرار دیتے۔ لکھا ہے :

"افتخر اھل الادیان فقالت الیھود کتابنا خیر الکتب و اکرمھا علی اللہ و نبینا اکرم الانبیاء علی اللہ موسیٰ خلابہ و کلمہ نجیا و دیننا خیر الادیان و قالت النصاری عیسیٰ خاتم النبیین اتاہ اللہ التوراۃ والانجیل ولو ادرکہ محمد اتبعہ و دیننا خیرالدین و قالت المجوس و کفار العرب دیننا اقدم الادیان و خیرھا وقال المسلمون محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء و سیدالرسل"۔

(تفسیر الدر المنثور جزء ۲ صفحہ ۲۲۶)

"یعنی مختلف ادیان کے لوگوں نے فخر کرنا شروع کیا۔ یہود نے کہا کہ ہماری کتاب (توراۃ) سب سے افضل ہے۔ اللہ نے اس سے تخلیہ میں سرگوشیاں کیں اور کلام کیا، عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ خاتم النبیین ہے اللہ نے اسے توراۃ بھی دی اور انجیل بھی، اگر محمد اس کا زمانہ پاتا تو اس کی پیروی کرتا اور ہمارا دین بہتر ہے اور مسلمانوں نے کہا کہ محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور تمام رسولوں کے سردار ہیں"۔

دیکھا، کیسے ہر مذہب کے پیرو اپنے دین

کو افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ پس خاتم النبین کے معنی "تمام نبیوں کو ختم کرنے والا" کئے جائیں تو خود نبی کریم ﷺ کی ہتک اور امت اسلام کی ایک قسم کی ذلت کا موجب ہیں کیونکہ ان معنوں سے لازم آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گویا اعلان فرمادیا کہ میری امت میں سے کسی کو نبوت کا اعلیٰ منصب نصیب نہ ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ وہ صدیق کا درجہ حاصل کرسکیں گے اور یہ کوئی ایسا درجہ نہیں جسے دوسری امتوں کے مقابل فخر کے ساتھ پیش کیا جاسکے، کیونکہ دوسری امتوں میں بھی شہید اور صدیق بکثرت ہوئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

" والذین آمنو باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم "۔ (الحدید آیت ۱۹)۔ کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہ خدا کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں"۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو ان کے پاس بیٹھے تھے فرمایا: کلکم صدیق و شھید "کہ تم میں سے ہر ایک صدیق اور شہید ہے۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "کل مؤمن صدیق و شھید" (الدر المنثور الجزء ۶ صفحہ ۱۷۶)۔ کہ ہر مومن صدیق اور شہید ہے۔

پس خدارا غور کیجئے کہ خاتم النبین کے یہ معنے حضور ﷺ کی کس شان کا اظہار کرتے ہیں جبکہ دوسرے انبیاء کی امتوں میں کئی تابع نبی مبعوث ہوئے اور آنحضرت ﷺ کا کوئی امتی اس درجہ کو حاصل نہ کرسکا۔

۹۔ اگر "تمام انبیاء کو ختم کرنے والا" کا یہ مطلب لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جو شریعت کاملہ عطا فرمائی تھی اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین کی شرائع کو منسوخ کردیا ہے۔ اب آئندہ ان شرائع پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا صرف شریعت اسلام ہی کی پیروی ضروری ہوگی اور چونکہ یہ شریعت کامل بھی ہے اور اس کی حفاظت کا وعدہ بھی خدا تعالیٰ نے فرمادیا ہے اس لئے کسی نئی شریعت کے اترنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ تو اس مطلب کی رو سے کوئی ایسا نبی تو نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے اور نبی کریم ﷺ کا امتی نہ ہو لیکن ایسا نبی جو اسی شریعت سے فیضیاب ہو اور نبی کریم ﷺ کی اتباع کی برکت سے ہی اس کو نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا ہو اسے اسلام اور امت اسلام کے احیاء کے لئے مبعوث کیا گیا ہو آسکتا ہے اور اس کے آنے میں کوئی شرعی روک نہیں ہے۔

۱۰۔ ہم کہتے ہیں کہ نئی شریعت کی انتظار عبث ہے کیونکہ شریعت اسلام کامل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی اور نقص نہیں ہے۔ فرمایا: "الیوم اکملت لکم دینکم" (سورہ المائدہ آیت ۴) کہ ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا ہے۔

اس کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ وہ وعدہ پورا ہورہا ہے۔ فرمایا: "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" (سورہ الحجر آیت ۹) کہ ہم اس کے محافظ ہیں۔ لیکن ایسی کامل اور محفوظ شریعت کی موجودگی میں بھی نبی کا وجود انسان کے لئے وقتاً فوقتاً ضروری ہوجاتا ہے کیونکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت کے نشان دکھائے جن سے دلوں میں نئی زندگی اور تازہ ایمان پیدا ہو۔ تعلیم الٰہی کو وضاحت سے بیان کرے اور ہر موقع پر راہنمائی فرمائے۔ جو اختلاف پیدا ہوں ان کا فیصلہ کرے اور اتحاد و اتفاق کی روح پھونکے۔ پاک اور نیک نمونہ پیش کرکے لوگوں کو بھی پاکباز اور متقی بنائے۔ غفلت اور سستی جو قوم میں پائی جاتی ہو دور کرے۔ چونکہ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ اپنی دعاؤں کی برکت سے انہیں روحانی و ظاہری ترقی کے راستہ پر گامزن کرے اور کامیاب بنائے۔

آیئے غور کریں کہ کلیۃً نبوت کا دروازہ کیسے بند ہوسکتا ہے۔

(ماخوذ از حقانیت احمدیت صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۷)

اذکروا موتاکم بالخیر

میاں محمد عبدالرزاق مرحوم

میاں عبدالرزاق صاحب ولد محمد عبدالرحمان صاحبؓ مرحوم انجینئر لاہور مورخہ ۲۰ / اگست ۱۹۹۷ء بروز بدھ دل کی حرکت بند ہوجانے سے بعمر ۶۲ سال وفات پا گئے۔ آپ کی وفات امریکہ میں ہوئی جہاں آپ ۱۹۷۶ء سے مقیم تھے۔ ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا اور جمعہ ۲۲ / اگست کو مسجد فضل لندن میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور بعد ازاں احمدیہ قبرستان بروک وڈ میں سپرد خاک کردیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

میاں عبدالرزاق حضرت میاں نظام الدین صاحبؓ صحابی مرحوم کے پوتے اور ایک دوسرے صحابی حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ مرہم عیسیٰ مرحوم کے نواسے تھے۔ حکیم محمد حسین صاحبؓ مرہم عیسیٰ مرحوم چراغ دین صاحب رئیس لاہور کے بیٹے تھے جو مشہور خاندان میاں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان پورے کا پورا ۱۸۹۲ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس خاندان میں ۸۰ سے زائد افراد کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ خاندان خلفاء اور سلسلہ احمدیہ سے والہانہ محبت رکھتا ہے۔ اس خاندان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے گھر میں ٹھہرانے کی شرف بھی حاصل ہے۔

میاں محمد عبدالرزاق نے ٹیکسٹائل انجینئرنگ کی تعلیم ۱۹۶۲ء میں مکمل کی۔ اس کے بعد پاکستان میں اعلیٰ عہدوں پر ملازمت کے بعد ۱۹۷۶ء میں امریکہ منتقل ہو گئے۔ وہاں کافی عرصہ اعلیٰ عہدوں پر ملازمت کے بعد صحت کی خرابی کی وجہ سے ریٹائرڈ ہوگئے تھے۔ دو دفعہ دل کے دورے ہوئے، تیسرا دورہ مہلک ثابت ہوا اور وہ اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ باوجود صحت کی خرابی کے جماعتی کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ Connecticut. U.S.A میں جماعت احمدیہ کی میٹنگز اور عیدین کی نمازیں ان کے گھر پر پڑھی جاتی ہیں۔ وہ خلق خدا سے بہت محبت رکھتے تھے، نہایت شیریں کلام اور بے حد ہمدرد انسان تھے۔ طبیعت میں بہت انکساری تھی۔ خلق خدا کی مدد کے لئے ہر لحہ کوشاں رہتے تھے۔ بہت ہنس مکھ تھے۔ ہر بڑا چھوٹا ان کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے آپکا گرویدہ ہوجاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ آپ کو سعادت حج بیت اللہ بھی نصیب تھی۔ الحمدللہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بلندی درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے اور مرحوم کی خوبیوں کا وارث بنائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے نام
ایک قاری کا مراسلہ

تصور امام مہدی اور ڈاکٹر اسرار احمد

اگر امام مہدی پر مفصل معلومات فراہم کر دیں تو آپ کی عظیم دینی خدمت ہوگی

آنے والے امام مہدی کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ کیا ہوگا

ابلاغ دین کیلئے آپ کی کوششیں لائق ستائش ہیں

مکرم و محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب!

اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ ۷ اکتوبر کے صفحہ ایک پر آپ سے منسوب ایک بیان شائع ہوا ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے تاہم قرائن سے اندازہ لگایا ہے کہ دنیا میں جو حالات ہیں اور جن کی خبریں احادیث مبارکہ میں ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی کی پیدائش ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے لوگوں کی بھی رائے یہی ہے اور تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت مہدی کی ولادت ہو چکی ہے۔ اس بارے میں انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے......"۔

اسی اخبار کے مورخہ ۵ اکتوبر کے پرچہ میں مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کا یہ بیان شائع ہوا ہے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے ختم نبوت کے عقیدے پر فرق نہیں پڑتا کیونکہ آپ پہلے نبی ہیں اور آپ کی زندگی طویل کر دی گئی اور آپ کی دعا قبول کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حضور ؐ کا امتی بنایا گیا......"

اس نفسانفسی کے دور میں جبکہ علمائے دین کی اکثریت کرسیوں کی چمک میں کھو کر اپنے بنیادی فرض منصبی سے غافل ہے۔ یہ امر قابل ستائش ہے کہ آپ ابلاغ دین کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے عقائد و خیالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن محض للہ بے لوث دینی خدمات کی داد نہ دینا (جس کے آپ محتاج نہیں ہیں) حد درجہ کی بے انصافی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی علوم خصوصاً قرآنی علوم پر خاصی دسترس عطا فرمائی ہے۔ آئمہ کرام کے انہی خواص کے پیش نظر بیانات مذکورہ کے حوالہ سے حسب ذیل استفسار کی جسارت کر رہا ہوں۔

۷۴ء میں جب پاکستان میں احمدیوں کو اس بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی موعود مانتے ہیں اور بعد ازاں جب ہر مسلمان کیلئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا کہے بلکہ یہ بھی اعلان کرے کہ "میں خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا پیروکار نہیں ہوں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو اور نہ ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہوں" تو عامتہ المسلمین میں یہ خیال غالب آ گیا کہ مسیح موعود یا مہدی موعود کی بعثت کا عقیدہ زیادہ مستند نہیں ہے بلکہ اصلاح امت کے لئے ایسے علمائے ربانی جن کلاموریت کا دعویٰ نہ ہو حسب ارشاد قرآنی "ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر......" یہ فریضہ ادا کرتے رہیں گے چنانچہ عامتہ المسلمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ موجود ہونے یا نزول فرمانے وغیرہ کے عقیدہ سے لاتعلق ہو گئے۔ اسی بنا پر گو احمدیوں نے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا تاہم انہیں عام مسلمانوں میں زیادہ پذیرائی نہ ہوئی۔

> اس نفسانفسی کے دور میں جبکہ علمائے دین کی اکثریت کرسیوں کی چمک میں کھو کر اپنے بنیادی فرض منصبی سے غافل ہے۔ یہ امر قابل ستائش ہے کہ آپ ابلاغ دین کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے عقائد و خیالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن محض للہ بے لوث دینی خدمات کی داد نہ دینا (جس کے آپ محتاج نہیں ہیں) حد درجہ کی بے انصافی ہوگی۔

اب جبکہ آپ جیسے عالم دین کا حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں روزنامہ جنگ جیسے کثیر الاشاعت اخبار میں تائیدی بیانات شائع ہوئے ہیں تو یہ مسئلہ ایک بار پھر توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپ کے بیان فرمودہ امام مہدی جو بقول آپ کے دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ جب دعویٰ مہدویت کریں گے تو کیا ضمانت ہے کہ ان کے ساتھ اور ان کے ماننے والوں سے بھی وہی سلوک نہ کیا جائیگا جو مرزا غلام احمد قادیانی اور ان پیروؤں کے ساتھ روا رکھا گیا کیونکہ ازروئے قرآن کوئی مامور ایسا نہیں آیا جس سے استہزاء نہ کیا گیا ہو تو اگر ایسا ہوا (جو کہ یقیناً ہو گا) تو کیا پاکستان میں پھر سے ۷۴ء جیسے واقعات دہرائے جائیں گے اور مسلمانوں میں مزید گروہ دائرہ اسلام سے خارج کئے جائیں گے یا آپ کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی سے یہ سلوک اس لئے روا رکھا گیا کہ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور ابھی نزول نہیں فرمایا۔

اخبار جنگ میں وہ حدیث مذکور نہیں ہے جس سے آپ نے یہ استنباط کیا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں اگر آنجناب میرے استفسار کے حوالہ سے اخبارات میں ایک مفصل مضمون تحریر فرمائیں تو وسلاوس کے ازالہ کیلئے یہ ایک عظیم دینی خدمت ہوگی۔

بشکریہ ہفت روزہ بصارت ۱۴-۲۱ اگست ۱۹۹۶ء

علماء کی کم علمی نے امت کو منقسم کر دیا ہے

رویت ہلال کا سعودی طریقہ ناقص اور بے بنیاد ہے

اسلام نے علم کو فرض اور اس کے حصول کو عبادت قرار دیا

سعودی عرب کا دعویٰ رویت ہمیشہ غلط ثابت ہوتا ہے

عالم اسلام میں ہر سال مختلف دنوں میں رمضان شروع ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ بحث و مباحثہ اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتی ہے اور یہ انتشار امت مسلمہ کی وحدت کے لئے زبردست چیلنج اور امت کی فکری و عملی وحدت پر کاری ضرب ہے' کرۂ ارض پر مختلف ممالک کی جانب سے حساب فلکی کی بنیاد پر بنائی جانے والی قمری سال کی تقویمات کا جائزہ لینے سے ان کی تین بنیادیں واضح ہوتی ہیں۔

(1) امکان رویت۔ یعنی افق پر حساب فلکی کے مطابق ہلال کی رویت کے امکان پر تقویم میں قمری ماہ کی یکم تاریخ لکھی جائے۔

(2) وجود قمر۔ یعنی حساب فلکی کے مطابق نیومون کے بعد افق پر ہلال کے غیر مرئی وجود پر تقویم میں قمرماہ کی یکم تاریخ لکھی جائے مصری تقویم کی یہی بنیاد ہے۔

(3) نیومون۔ یعنی برطانیہ کے معیاری گرینج وقت کے مطابق رات کے بارہ بجے سے پہلے نیومون ہو تو اسی مغرب سے قمرماہ کی یکم تاریخ لکھنا سعودی ام القری تقویم کی یہی بنیاد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس تقویم میں کرۂ ارض پر مشرق و مغرب کے فرق کے بغیر ہمیشہ ہر اسلامی ماہ میں سعودی تاریخ مقدم ہوگی' ام القری تقویم میں نیومون میں سعودی معیاری وقت اور افق کے بجائے برطانوی وقت وافق کو معیار بنانے کی وجہ سے ام القری اور دوسری تقویمات کی اسلامی ماہ کی یکم میں ایک بجائے دو دو دن کا فرق ہو جانا لازمی ہے اور یہ تقویم ہی سعودی میں رویت کی غلط شہادتوں کا باعث ہے' جو رمضان و عیدین کے موقعہ پر دو اور تین دن کے فرق کے ظہور سے عالم اسلام میں انتشار و خلفشار کا سبب ہے۔

ماہرین حساب فلکی بتاتے ہیں کہ حساب فلکی اور محقق رویت بصری میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا اس اصول کے تحت اسلامی قمری مہینے کی ابتدا میں کرۂ ارض پر جو اختلاف پایا جاتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں میں کہیں غلطی ہو رہی ہے' تجربہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حساب فلکی اور محقق رویت بصری تو برابر ہے' البتہ رمضان و عیدین کے موقع پر سعودی عرب کا دعوائے رویت غیر محقق اور غلط ہے۔

زیر نظر مضمون میں رویت ہلال کے بارے چند بنیادی و ضروری باتوں کی طرف مسئلہ کی وضاحت کی خاطر نشاندہی مقصود ہے۔

رویت ہلال پر بحث سے پہلے اس کے بارے میں چند بنیادی فنی باتوں کو جاننا ضروری ہے۔

(1) غیر مرئی نیومون وہ مکمل تاریک چاند ہے جو گزشتہ قمری مہینے کو مکمل کرتا ہے۔

(2) غیر مرئی نیومون کا حساب ایک سیکنڈ کے ہزاروں حصے تک قطعی ہے۔ اس صدی میں نیومون سے نیومون تک کا ماہانہ دور 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ 259 سیکنڈ کا ہے۔

(3) نیومون دن یا رات کے کسی وقت بھی واقع ہو سکتا ہے اس لئے اس کی بنیاد پر کیلنڈر نہیں بن سکتا۔

(4) اسلامی دن اور تاریخ مغرب کے بعد نظر آنے والے اولین ہلال سے شروع ہوا ہے جبکہ عالمی (عیسوی) دن اور تاریخ رات میں بارہ بجے سے شروع ہوتی ہے' ہر اسلامی تاریخ / دن دو عالمی (عیسوی) تاریخوں پر مشتمل ہوا اگرچہ دونوں 24 گھنٹے کے ہی ہوں گے۔

(5) عالمی تاریخ عالمی تاریخی لائن (ڈیٹالائن) سے (جو بحرالکاہل سے شمالاً جنوباً مان لی گئی ہے) شروع ہوتی ہے مگر قمری تاریخ دنیا میں ہر مہینے الگ الگ مقام سے شروع ہوتی ہے۔

(6) غیر مرئی نیومون کو ہلال بننے میں پیدائش کے بعد مزید 15 تا 25 گھنٹے درکار ہوتے ہیں مگر 15 تا 25 گھنٹے گزرنے کے بعد ضروری نہیں رویت ہو ہی جائے۔

(8) علم الافلاک نہ نجومی کا ظن و تخمین ہے اور نہ جیوتش کی پیش گوئی۔ اب یہ علم ترقی کر کے یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ آج دسویں درجہ میں پڑھنے والا ایک طالب علم کمپیوٹر کا دس لائنوں کا ایک پروگرام لکھ کر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ دنیا کے کس مقام پر غیر مرئی نیومون کب واقع ہوگا' تھوڑی سی اور محنت سے کمپیوٹر سے باآسانی یہ حساب لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کس مقام پر چاند کا سورج سے زاویہ اور افقی بلندی کیا ہوگی' یہ زمین سے کتنا دور ہوگا' اسکا ازمتھ کیا ہوگا' چاند کی سطح کا کتنا حصہ روشن ہوگا' سطح زمین سے مشاہدہ کرنے والے افراد کو کس مقام کتنی بلندی اور کس سمت میں کس شکل کا ہلال نظر آئے گا وغیرہ وغیرہ۔

(9) فلکیات کے ماہرین میں نہ نیومون کے اوقات اور تاریخوں پر کوئی اختلاف ہے اور نہ سورج اور چاند گرہن پر اللہ تعالیٰ نے "الشمس و القمر **بحسبان**" کہہ کر جس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا تھا اب وہ انسانی احاطہ علم میں آچکی ہے۔ اگر یہ قطعی نہ ہوتا تو 25 ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرنے والا راکٹ چاند پر نہیں کہیں اور جا پہنچتا۔ علمائے کرام کا حساب کو مردود قرار دینے پر مسلسل اصرار نہ صرف ان کی کم علمی کی دلیل ہے بلکہ رویت ہلال پر موجودہ انتشار کا سب سے بڑا سبب' وہ غلط شہادتوں کو یقینی قرار دینے پر مصر ہیں اور قطعی حساب کو غلط اور مردود۔

حالانکہ گزشتہ صدیوں میں رویت ہلال کے بارے میں درج ذیل اسلاف نے مقدمات ریاضیہ کو رد کرنے کے بجائے اسے اعتبار کیا ہے کبار تابعین میں سے مطرف بن عبداللہ **شخیر** متوفی 87 ہجری فقہاء شافعیہ میں سے ابوالعباس احمد بن سریج

متوفی 306ھ محدث عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی 376ھ محمد بن مقاتل الرازی الحنفی، القاضی عبدالجبار الشافعی، القفال الشاشی، تقی الدین سبکی، ابن دقیق العید المالکی، الشیخ محمد بخیت الحنفی مفتی الدیار المصریہ السابق، الشیخ احمد الشاکر مصری، الامام القرافی المالکی، قاضی ابوالطیب الشافعی، الامام الغزالی، یوسف قرضوی، اور یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ مقدمات ریاضیہ کا علم بالکل ابتدائی درجہ میں تھا، ابھی سو سال پہلے تک حسابی جائزوں میں وہ تیقن نہیں تھا جو کمپیوٹر اور ریڈیائی دوربینوں سے اب حاصل ہے، انسان کا چاند تک بارہا سفر انتہائی دقیق حساب پر قدرت کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے، آج آپ رویت ہلال کا حسابی امکان کسی بھی مقام کے لئے سالہاسال قبل معلوم کر سکتے ہیں، اور برسوں سے سورج و چاند گہن کی مقدم حسابی پیش گوئی کہ خطہ ارض کے کس حصہ میں گہن کب اور کس وقت ہو گا، جزوی ہو گا کہ کلی کتنی دیر رہے گا وغیرہ امور بارہا تجربہ میں آکر ایسی صحیح ثابت ہوئی کہ جس میں سکنڈ کا بھی فرق نہیں ہوا، اور یہ نہ ظن ہے نہ تخمین، موجودہ دور میں غیر صحیح وغلط شہادتوں کی جانچ و پڑتال حساب فلکی کے بغیر بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین کا ایک ہی چاند بنایا ہے جس کی اپنی کوئی روشنی نہیں جس طرح پوری دنیا میں سورج 24 گھنٹے میں نظر آتا ہے تقریباً اسی طرح چاند بھی اپنی رویت کے لئے 24 گھنٹے لیتا ہے لیکن چاند اور سورج کی رویت میں کئی اعتبار سے فرق ہے، سورج بہت زیادہ روشن ہے اور نصف دنیا میں ہر وقت نظر آتا رہتا ہے مگر چاند 27 یا 28 تاریخ کو پوری دنیا کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اور ایک دو یا تین راتوں کے بعد دنیا کے کسی مقام پر غروب آفتاب کے بعد دوبارہ دکھائی دینا شروع ہوتا ہے، اولین رویت کا یہ مقام ہر مہینے بدلتا رہتا ہے نہ صرف شرقاً غرباً بلکہ شمالاً جنوباً بھی۔

اہل نینوی کے کاہن، یہودی، ہندو جیوتش، چینی حساب داں اور دوسرے غیر مرئی نیومون کا حساب جانتے تھے مگر اس علم کو مخفی رکھتے تھے تاکہ ان کی چودھراہٹ باقی رہے ان کا یہ حساب چند منٹوں کے تفاوت تک صحیح تھا، موجودہ کمپیوٹروں کی مدد سے یہ حساب ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے تک معلوم کیا جا سکتا ہے چوتھی صدی میں یہودی عالم ہلول نے حالات کے دباؤ کے تحت یہودی کلینڈر کا راز عام کیا، صدیوں سے اس قمری کنڈر کا راز صرف ایک چند رکنی کمیٹی تک محدود تھا مگر جیسے جیسے یہودی قبائل منتشر ہونے لگے ان کے مذہبی تہواروں کی وحدت کا سوال شدت پکڑتا گیا اور حل یہی تھا کہ اگلے کئی ہزار سالوں تک کا کلینڈر طے کر کے سارے یہودی قبائل کو ان کا پابند بنا دیا جائے، گزشتہ دو ہزار سالوں سے یہودی دنیا کے ہر مقام پر اسی کلینڈر کو استعمال کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ اور خیبر کے یہودی اسی قمری کلینڈر کا استعمال کرتے تھے جو یروشلم میں غیر مرئی نیومون کی بنیاد پر بنایا گیا ہے، عربوں میں بھی قمری کلینڈروں کا رواج تھا اور نسی کا بھی مگر ان کے قمری کلینڈر حساب سے عدم واقفیت کی وجہ سے مرئی ہلال سے شروع ہوتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد عاشورا کا روزہ اسی یہودی کلینڈر کے مطابق ہی رکھا تھا، بعد میں اسے بدل کر 9 اور 10 یا 10 اور دو دنوں کے لئے کر دیا، جب مدینہ کے یہودی رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت پر اتر آئے تو ان کے پاس رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لئے ایک بہت بڑا حربہ حساب کتاب اور قمری مہینہ کے نظام سے عدم واقفیت بھی تھی وہ مسلمانوں کو طعنہ دیتے رہے ہوں گے کہ جس چاند کو تم تلاش کر رہے ہو وہ تو ایک دن پہلے طلوع ہو چکا حدیث نبوی "نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب" یہودیوں کے اسی طعنے کا جواب معلوم ہوتا ہے اس کا یہ معنی لینا کہ ہمیشہ کے لئے امت ہلال کے قطعی حساب

رویت ہلال کے لئے اہم ترین عوامل سورج سے چاند کا زاویہ اور سطح ارض سے اس کی افقی بلندی ہیں۔ اگر زاویہ تقریباً 12 درجے اور بلندی 10 درجے سے کم ہو و عام رویت نہیں ہوگی۔ یہ بھی مسلم امر ہے کہ اگر واقعتاً قمری مہینہ کا تیسواں دن ہے تو صاف مطلع پر رویت ضرور ہوگی۔ رویت نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ تیسواں دن نہیں۔

سے ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے علم سے ناواقف و جاہل رہے اس حدیث میں اس کی تلقین ہے یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ اسلام تو وہ دین ہے کہ جس نے علم کو فرض فرمایا اور اس کے حصول کو عبادت قرار دیا، خود اسی حدیث کے اگلے حصہ سے حساب کر کے مہینہ 29 یا 30 دنوں کا شمار کرنے کی بات نکلتی ہے (اگرچہ بہت سی جگہوں پر آج کل اس کا بے جا و غلط استعمال کیا جا رہا ہے) قرآن کریم نے نسی کو منسوخ کیا اور رسول ﷺ نے یہودی کاہنوں کے حساب و کتاب پر تکیہ کرنے کو۔

سعودی اعلان رویت

رمضان و عیدین کے موقع پر برطانیہ بھر میں علماء کی طرف سے زور شور سے یہ ڈھنڈھورا پیٹا جا رہا ہے کہ سعودی عرب میں رمضان و عیدین کا اعلان ہلال کی بصری رویت پر کیا جاتا ہے آیئے اس کی حقیقت کو معلوم کریں، سعودی عرب میں مسلم ملک کے ناطہ سے دفتری نظام قمری مہینوں پر چلتا ہے اور یہ ایک اچھی بات ہے، اسی پر ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں اور اسلامی مہینہ کی تبدیلی ہوتی ہے، اس غرض کے لئے ابھی حال ہی میں مدینہ الملک عبدالعزیز للعلوم والتقنیہ ریاض کی طرف سے تازہ ترین 32 سالہ تقویم 1409 سے 1440 شائع ہوئی ہے اس کا کوئی سال لے لیں، ہر سال 12 میں سے سات مہینوں میں سعودی کے افق پر غیر مرئی نیومون بھی نہیں بنا ہوتا ہے اور اسے اسلامی قمری مہینے کی پہلی تاریخ درج کر دیا گیا ہے بقیہ مہینوں میں غروب شمس و قمر میں ایک سے لیکر 20 منٹ تک کا تفاوت ہے لیکن رویت ہلال کا سرے سے امکان ہی نہیں پھر بھی قمری مہینے کی پہلی تاریخ۔

اس تقویم کی بنیاد و ترتیب کے بارے اس کے مرتب و رئیس مدینہ الملک عبدالعزیز ڈاکٹر صالح بن عبدالرحمان العذل اپنے خط نمبر 10/3/55145 تاریخ 24 ربیع الاول 1415 تحریر فرماتے ہیں، مدینہ الملک عبدالعزیز للعلوم والتقنیہ کی طرف سے دفتری امور کے لئے جو رسمی تقویم مرتب کی گئی ہے اس کی بنیاد فلکی حساب پر ہے کہ اگر گرینج کے وقت کے مطابق (نہ کہ سعودی وقت کے مطابق) رات کے 12 بجے سے پہلے اگر نیومون ہے تو اسی مغرب سے سعودی عرب میں اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ ہوگی۔

(بشکریہ ہفت روزہ مہارت لاہور 18 تا 24 جولائی 1997ء)

برکت کا نشان

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں :

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے عظیم الشان نشان پائے جاتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے برکت کے نشان بارہا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آپ کے خلفاء اور اہل بیت کے وجودوں میں ملاحظہ کئے ہیں۔ مثال کے طور پر دو واقعات یہاں پر درج کرتا ہوں ورنہ واقعات تو بہت ہیں۔

ایک دفعہ جب لاہور میں مقیم تھا اور مسجد احمدیہ میں بیٹھا ہوا تھا تو اچانک حضرت ام المومنین دامت برکاتہا و رضی اللہ عنہا مسجد دیکھنے کے لئے وہاں تشریف لائیں۔ حضرت قدسیہ کی آمد پر مجھے تحریک ہوئی کہ آپ کی خدمت میں کچھ رقم بطور نذرانہ پیش کروں۔ لیکن اس وقت میری جیب میں صرف تین روپے نکلے۔ مجھے یہ رقم بہت حقیر اور قلیل معلوم ہوئی۔ لیکن مجبوراً اسی کو حضرت ممدوحہ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کو خوشی سے قبول فرمایا اور جزاکم اللہ احسن الجزاء کہا۔

مسجد دیکھنے کے بعد آپ حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں۔ ابھی آدھ گھنٹہ گزرا تھا کہ ایک معزز احمدی نے اپنا ملازم بھجوایا۔ اور خواہش کی کہ میں ان کے گھر جا کر چائے پیوں۔ جب میں چائے سے فارغ ہوا اور واپس آنے لگا تو انہوں نے میری جیب میں کچھ کاغذ ڈال دئے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید دعا کے لئے انہوں نے کچھ لکھ کر میری جیب میں ڈالا ہے اور اس کو زبانی بیان کرنا انہوں نے مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن جب میں نے وہ کاغذ نکال کر دیکھے تو دس دس کے تین نوٹ یعنی مبلغ تیس (۳۰) روپیہ تھے۔

ان صاحب نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کو چائے پر بلاؤں۔ اور آپ کی خدمت میں کچھ رقم پیش کروں۔ میں نے یقین کر لیا کہ یہ حضرت ام المومنین اعلی اللہ درجاتہا کی بابرکت توجہ کا نتیجہ ہے۔

ایک اور واقعہ

عرصہ کی بات ہے کہ میں کسی کام کے لئے گھر سے نکلا۔ بازار میں مجھے دفتر کا آدمی ملا۔ اور اس نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قصر خلافت میں یاد فرمایا ہے۔ میں سیدھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں پہنچا اور اپنے حاضر ہونے کی اطلاع حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھجوائی۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس کوئی رقم نہ تھی۔ میرے دل میں حضور کی خدمت میں خالی ہاتھ جانے سے انقباض محسوس ہوا۔ چنانچہ میں نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک کارکن سے مبلغ دس روپے بطور قرض لئے اور عند الملاقات حضور کی خدمت میں یہ حقیر رقم پیش کر دی جو حضور نے ازراہ نوازش کریمانہ قبول فرمالی۔

جب میں ملاقات سے فارغ ہو کر نیچے دفتر میں آیا تو اتفاق سے ایک معزز احمدی وہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا میں نے آپ کے گھر ملاقات کے لئے جانا تھا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ یہیں پر ملاقات ہو گئی۔ اور ایک بند لفافہ میرے ہاتھ میں دیا جس میں مبلغ یکصد روپیہ کے نوٹ تھے۔

یہ رقم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے بابرکت وجود کا نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ سب انبیاء، خلفاء اور اصفیاء و اولیاء اور ان کی آل و اولاد پر اپنی بے شمار رحمتیں اور فضل تا ابد فرماتا رہے۔ آمین۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۷۵، ۱۷۷)

☆......☆......☆

ہومیوپیتھک ادویات

مرکز کی ہدایت ہے کہ ہر ملک میں ہومیو پیتھی کی ادویات کو رواج دیا جائے۔ اس لئے امریکہ میں مندرجہ ذیل سینٹروں میں ہومیوپیتھک ادویات کا انتظام کیا گیا ہے۔ ضرورت مند احباب ان مشنوں سے رابطہ کرکے دوائی منگائیں

۱۔ نیشنل ہیڈ کوارٹر

۲۔ لاس اینجلس

۳۔ شکاگو

۴۔ فلاڈلفیا

۵۔ ڈیٹرائٹ

۶۔ نیویارک

ضروری اعلان

مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ جو احباب سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خطوط لکھتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ خط کے اندر اپنا مکمل پتہ بھی لکھا کریں تا انہیں حضور کی طرف سے جواب بھی بھجوایا جا سکے۔

شکریہ۔